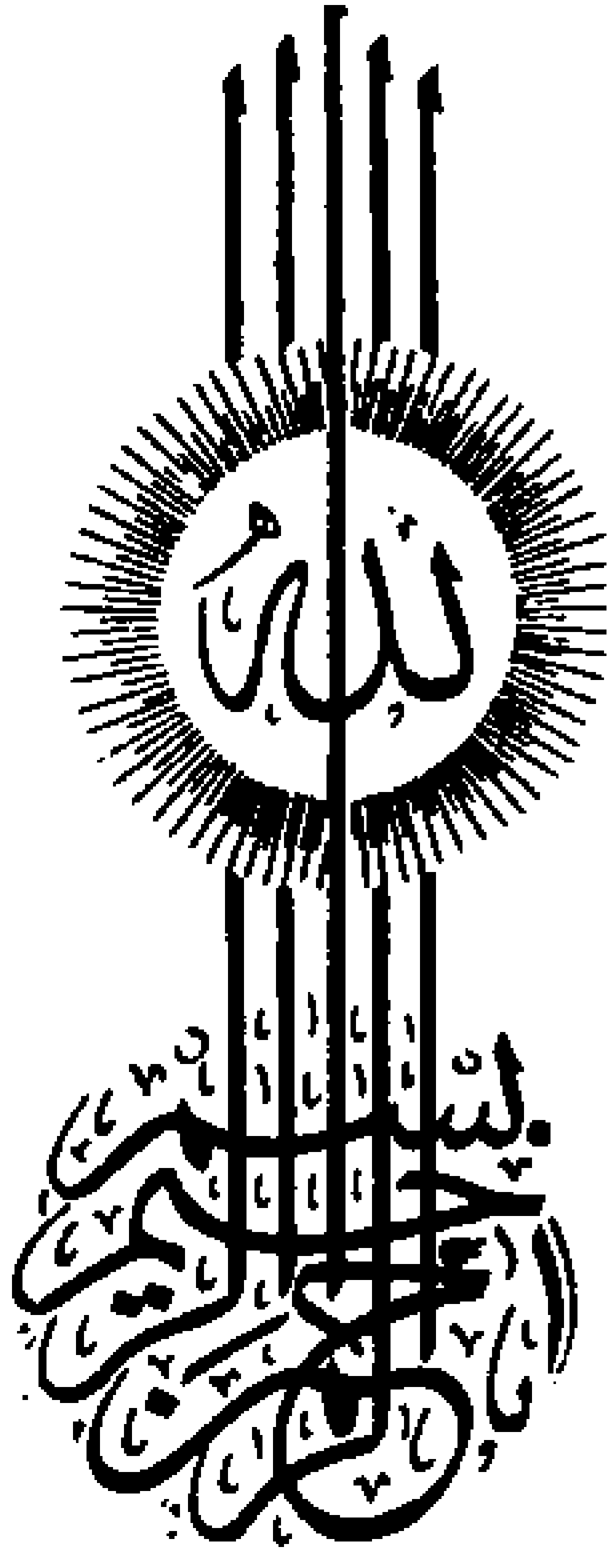
ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا ابوالکلام آزادؒ






ALIFF URDU

ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم



مولانا ابوالکلام آزاد



مکتبہ جمال
تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
Mob: 0300-8834610 فون:7232731
E-mail: maktabajamal@yahoo.co.uk
maktaba_ jamal@email.com

فہرست

عرض ناشر

نبوت ایسی باکمال شے ہے کہ یہ رتبہ جسے عطا ہوا وہ اپنے علاوہ ہر انسان سے ممتاز ہو گیا، بلکہ خلقاً نوعاً پہلے سے ممتاز تھا، کیونکہ نبوت زمان ومکان سے ماورا ہے۔ چنانچہ یہ اسی امتیاز کی کرامت ہے کہ نبی دوسروں سے زندگی کے ہر واقعے میں خود بخود ممتاز ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت واقعہ ہے۔ ولادتِ نبوی ﷺ کا واقعہ اسی ذیل میں آتا ہے۔ ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم اس واقعے کو صرف امتیاز کے حوالے سے دیکھتے ہیں ورنہ نبوت تو اعتدال سے ہٹی ہوئی ہر شے کی تغلیط کر دیتی ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں یا بے سمجھے کہتے ہیں کہ ہم اس بات پر مجبور ہیں، اس لیے معذور ہیں اور اس مجبوری کو عشق رسول ﷺ کا نام دے کر اپنی ہر لغو اور پوچ حرکت کو اپنی معذوری قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد النبی ﷺ کی تقریبات ہر طرح کی خرافات کی پناہ گاہ بن گئی ہیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کر شرمائے یہود

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے یہ مضامین الہلال میں شائع ہوئے۔ انہیں بعد میں کتابی شکل میں مرتب کیا گیا۔ اس کتاب کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے بھی عشق رسول ﷺ ہی سے مجبور ہو کر مسلمانوں کی اس روش کی بے راہ روی پر قلم اُٹھایا ہے، بلکہ اپنے قلم کو تلوار بنا دیا ہے۔ کیونکہ نبوت پر کسی حوالے سے گرد اُڑانے والوں کا اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔

اس کتاب کا آخری حصہ جو انہوں نے ایک صاحب کے خط کے جواب میں لکھا ہے، اصلاً اس کتاب کی جان ہے۔ اُنہوں نے ان تمام روایتوں اور واعظانہ داستانوں پر قلم اُٹھایا ہے۔ جس پر ان سب خرافات کی بنیاد ہے، جن سے تقدس پر حرف آتا ہے۔

مکتبہ جمال نے عزم کر رکھا ہے کہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریروں/تصانیف کو ان کے شایان شان شائع کر کے عوام الناس میں عام کیا جائے، مذکورہ کتاب اسی شکل کی ایک کڑی ہے۔ کوشش کی ہے کہ یہ کتاب اغلاط سے پاک ہو۔

اپنے دوست محترم محمد اصغر نیازی صاحب کا ممنون ہوں کہ ان کی علمی معاونت حاصل رہی۔

میاں مختار احمد کھٹانہ

پیش لفظ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ والصّلوۃ والسّلام عَلٰی من لا نبّی بَعدَہٗ

''ولادتِ نبوی ﷺ'' اپنے موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے ایک تحریری خطبہ ہے جس میں ابوالکلام نے تفہیم اور تاثیر کو یکجان کر دیا ہے۔ مخاطب کو فہم کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے اُس کے احساسات و جذبات میں ایک گہرا، پر جوش اور با مقصد ارتعاش پیدا کر دینا، کلام کا وہ پیغمبرانہ وصف ہے جو پچھلی دو تین صدیوں میں ابوالکلام سے بڑھ کر کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ مذہبی ذہن اور طرزِ احساس کی ساخت ایسی ہے کہ ان کے مطالبات اور مقتضیات کی متوازن تکمیل ایک نہایت مشکل کام ہے۔ یعنی اس ذہن اور اس طرز احساس کو ایک ہی ہدف سے مربوط کر کے ان کی بہترین قوتوں کو بیدار کرنا اور انہیں پورے کنٹرول کے ساتھ ایک دوسرے سے ہم آہنگ رکھنا، نرے مفکر یا واعظ کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے کسی ایک مرکز پر قائم شخصیت کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ معنیٰ اور بیان پر وہ قدرت بھی درکار ہے جو دماغ اور جذبے کی اُصول وحدت تک رسائی حاصل کیے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔ مولانا آزاد کی کوئی بھی تحریر دیکھ لیں، وہی پیغمبرانہ آہنگ نظر آئے گا جس کا علمائے حق کو وارث بنایا گیا ہے۔ ان کا قاری اگر بالکل ہی غبی، غیر ذمہ دار اور بے حس نہیں ہے تو کم از کم دو چیزوں سے محروم نہیں رہ سکتا: فہم صحیح اور جذبِ سلیم۔ ان کا لفظ لفظ ایسا ہے کہ ذہن میں پڑی ہوئی گتھیوں کو سلجھاتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ طبیعت کی افسردگی اور

جذبات کی پژمردگی کا بھی ازالہ کردیتا ہے۔

ابوالکلام آزاد کی اس بے مثال خصوصیت کا اندازہ لگانا ہو تو ان کی تحریروں کی معاصر دعوتی اور تذکیری لٹریچر کے برابر رکھ کر دیکھ لیں۔ آدمی کا ذوق وفہم اگر یکسر مسخ نہ ہو چکا ہو، تو اس تقابل کا بس ایک ہی نتیجہ ممکن ہے...... چراغِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا!۔

یہ کتابچہ دراصل ایک اصلاحی خطاب ہے جس میں روئے سخن مسلمانوں کے اس طبقے کی طرف ہے جس نے حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمانی تقاضے کو محض ایک رسمی شکل دے کر خود کو اُن ذمہ داریوں سے الگ کر رکھا ہے جو اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے پوری اُمت پر عائد ہوتی ہیں۔ مولانا ایک ایسے مصلح کی طرح جو اپنی اصلاح طلب قوم کی نفسیات سے خوب آگاہ ہے، تمام خرابیوں کی وضاحت سے نشان دہی کرنے کے باوجود کہیں توہین وتحقیر کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ ہر جگہ ایک سچے خیر خواہ کی دلسوزی سے کام لیا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس دن کی یاد منانے والا ایک بڑا گروہ کیسی کیسی خرافات کا ارتکاب کرتا ہے۔ شاید ہی کوئی عالم ہوگا جس نے ان خرافات کا رد نہ کیا ہو یا ان کی اصلاح کی کوشش نہ کی ہو۔ مولانا آزاد نے بھی یہی کیا ہے لیکن بالکل مختلف انداز میں۔ اکثر فقہاء ومحدثین کی طرح ایک لاتعلق، ٹھنڈا اور تحکمانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے اُنہوں نے شفیق، فکرمند اور دلگیر باپ کے لہجے میں کلام کیا ہے۔ سخت سے سخت بات کہی مگر خود کو مخاطب سے دور نہیں کیا۔ ڈانٹا بھی ہے تو چھاتی سے لگا کر ڈانٹا ہے۔

تعلق بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم دین کی اساس ہے۔ ہمارا ایمانی وجود اسی سے اور اسی پر قائم ہے۔ اللہ پر ایمان اور اس کی معرفت، عبادت اور اطاعت کی ہر وہ صورت بے معنی اور بے سود ہے، جو رسولِ آخر صلی اللہ علیہ وسلم کو حتمی سند اور مستقل واسطہ بنائے بغیر اختیار کی گئی ہو اور یہ خدائی قانون صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام

انسانوں پر جاری ہے۔ مولانا کی بعض تفسیری آراء سے یہ شبہ پیدا ہوا تھا کہ وہ تمام ادیان کو برحق سمجھتے ہیں اور دین محمدی ﷺ کو واحد ذریعہ نجات نہیں مانتے۔ ''ولادت نبوی ﷺ'' پڑھ کر اس شبے کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہاں وہ دوٹوک الفاظ میں کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح کسی خاص وقت، خاص قوم اور خاص علاقے تک محدود نہیں ہے بلکہ عالمگیر اور ہمہ زمانی ہے۔

دوسری بنیادی بات جو مولانا نے زور دے کر ارشاد فرمائی ہے، یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ بنی نوع انسان کو غیر حق کی غلامی سے نجات دلائی جائے۔ حریت، فطرتِ انسانی کا اقتضا ہے۔ اس سے محروم رہ کر انسانی شرف محض ایک مہمل تصور اور بے اصل خوش فہمی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس لیے حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی دعویٰ اس وقت تک ناقابلِ تسلیم ہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی اس عظیم نعمت وسعادت کی پاسبانی کے ساتھ اسے مزید ترقی دینے کی مسلسل کوشش نہ کی جائے۔ یہ ہے تو پھر یومِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا جانے والا ہر اہتمام ٹھیک ہے ورنہ ساری دھوم دھام فضول اور لغو ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ مولانا نے کوئی فتویٰ نہیں دیا، کوئی مناظرانہ روش نہیں اپنائی۔ ایک انتہائی مؤثر اسلوب میں اپنی بات کو پوری وسعت اور بلندی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ آسان بنا کر بیان کر دیا۔ دعوت کا یہ انداز کسی مزاحمت کے اُبھرنے سے پہلے ہی مخاطب کے دل و دماغ کو مانوس کر لیتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ کمال اگر کسی کے تجربے میں نہ آیا ہو تو یہ مختصر سی کتاب حاضر ہے۔ بسم اللہ۔

احمد جاوید

اقبال اکادمی پاکستان

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْن

یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دِن نہ تھا۔

یہ عرب کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی۔

یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا

یہ صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی جیسا کہ

ہمیشہ ہوا ہے۔

بلکہ

خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرش

جلال وجبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی۔

عروسِ کائنات کی مانگ میں موتی بھر گئے

''رات لیلۃ القدر بنی سنوری ہوئی نکلی اور خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ کی بانسری بجاتی ہوئی ساری دنیا میں پھیل گئی۔ موکلان شب قدر نے مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ کی سیجیں بچھا دیں۔ ملائیکان ملاء الاعلیٰ نے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا کی شہنائیاں شام سے بجانی شروع کر دیں۔ حوریں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ کے پروانے ہاتھوں میں لے کر فردوس سے چل کھڑی ہوئیں اور هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ کی میعادی اجازت نے فرشتگانِ مغرب کو دنیا میں آنے کی رخصت دے دی۔ تارے نکلے اور طلوعِ ماہتاب سے پہلے عروسِ کائنات کی مانگ میں موتی بھر کر غائب ہو گئے۔ چاند نکلا اور اس نے فضائے عالم کو اپنی نورانی ردائے سیمیں سے ڈھک دیا۔ آسمان کی گھومنے والی قوسیں آپ اپنے مرکز پر ٹھہر گئیں۔ بروج نے سیاروں کے پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں۔ ہوا جنبش سے، افلاک گردش سے، زمین چکر سے اور دریا بہنے سے رک گئے۔ کارخانۂ قدرت کسی مقدس مہمان کا خیر مقدم کرنے کے لیے رات کے بعد اور صبح سے پہلے بالکل خاموش ہو گیا۔ انتظام واہتمام کی تکان نے چاند کی آنکھوں کو جھپکا دیا، نسیم سحری کی آنکھیں جوشِ خواب سے بند ہونے لگیں۔ پھولوں میں نکہت، کلیوں میں خوشبو، کونپلوں میں مہک محوِ خواب ہو گئی۔ درختوں کے مشام خوشبوئے قدس سے ایسے مہکے کہ پتا پتا مخمور ہو کر سربسجود ہو گیا۔ ناقوس نے مندروں میں بتوں کے سامنے سر جھکانے کے بہانے آنکھ جھپکائی۔ برہمن سجدے کے حیلے سر بہ زمین ہو گیا۔ غرضیکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ ایک منٹ کے لیے غیر متحرک ہو گیا۔ اس کے بعد وہ لمحہ آ گیا، جس کے لیے یہ سب انتظامات تھے۔ فرشتوں کے پرے خوشیوں

سے بھرے آسمانوں سے زمین پر اترنے لگے اور دنیا کے جمود میں ایک بیدار انقلاب پوشیدہ طور پر کام کرتا ہوا نظر آنے لگا۔ ملہم غیب نے منادی کی کہ افضل البشر، خاتم الانبیاء، سراپردۂ لاہوت سے عالم ناسوت میں تشریف لانے والے ہیں۔ رات نے کہا: میں نے شام سے یکساں انتظار کیا ہے کہ اس گوہرِ رسالت کو میرے دامن میں ڈال دیا جائے۔ دن نے کہا: میرا رتبہ رات سے بلند ہے، مجھے کیوں محروم رکھا جائے۔ دونوں کی حسرتیں قابلِ نوازش نظر آئیں۔ کچھ حصہ دن کا لیا، کچھ رات کا۔ نور کے تڑکے نور علیٰ نور کی نورانی آوازوں کے ساتھ دستِ قدرت نے دامنِ کائنات پر وہ لعل بابہار رکھ دیا، جس کے ایک سرسری جلوے سے دنیا بھر کے ظلمت کدے منور اور روشن ہو گئے۔ سرزمین حجاز جلوۂ حقیقت سے لبریز ہو گئی۔ دنیا جو سَر درو جمود کی کیفیت میں تھی اک دم متحرک نظر آنے لگی۔ پھولوں نے پہلو کھول دیے، کلیوں نے آنکھیں وا کیں، دریا بہنے لگے، ہوائیں چلنے لگیں، آتش کدوں کی آگ سرد ہو گئی، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، لات ومنات، ہبل وعزّا کی توقیر پامال ہونے لگی، قیصر وکسریٰ کے فلک بوس بروج گر کر پاش پاش ہو گئے، درختوں نے سجدۂ شکر سے سر اٹھایا، رات کچھ روٹھی ہوئی سی، چاند کچھ شرمایا ہوا سا، تارے نادم ومحجوب ہو کر رخصت ہوئے اور آفتاب شان وفخر کے ساتھ مسرت ومباہات کے اُجالے لیے ہوئے کرنوں کے ہار ہاتھ میں، قندیلِ نور تھال میں، ہزاروں ناز وادا کے ساتھ اُفقِ مشرق سے نمایاں ہوا، حضرت عبداللہ کے گھر میں، آمنہ کی گود میں، عبدالمطلب کے گھرانے میں، ہاشم کے خاندان میں اور مکہ کے ایک مقدس مکان میں خلاصۂ کائنات، فخرِ موجودات، محبوب خدا، امام الانبیاء، خاتم النبیین، رحمۃ للعلمین یعنی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے بصد عزو جلال ہوئے۔ سبحان اللہ ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ کتنی مقدس جس نے ایسی سعادت پائی اور پیر کا روز کتنا مبارک تھا جس میں حضور ﷺ نے نزولِ اجلال فرمایا:

"فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ"

تذکار مقدس

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ

ابر رحمت اور شادابی زمین

جب زمین پیاسی ہوتی ہے تو رب السمٰوت والارض پانی برساتا ہے۔ جب انسان اپنی غذا کے لئے بیقرار ہوتا ہے تو وہ موسمِ ربیع کو بھیج دیتا ہے، جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں، تو آسمانِ رحمت پر بدلیاں چھا جاتی ہیں:

اَللّٰهُ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ (۳۰:۴۸)

وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اس کی مرضی نے انتظام کر دیا ہے، بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں پس تم دیکھتے ہو کہ ان کے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے، پانی برسا دیتا ہے، تو وہ کامیاب و خرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔

قدرتی مثالوں کی حکمت

خدا کی تمام مثالیں اور دانائیاں جو وہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے کھولتا ہے، ہمیشہ عام اور قدرتی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں، تاکہ زمین کی ہر مخلوق ان کی تصدیق کر سکے اور ان سے دانائی حاصل کر سکے۔ وہ ایسے تغیرات و حوادث اور غیر فطری و صناعی چیزوں کا ذکر نہیں کرتا جن کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے کسی خاص طرح زندگی، خاص طرح کے علم اور خاص طرح کے گردوپیش کی ضرورت ہو۔ بلکہ اس کی ہر تعلیم ایسی عام اور خالص فطری حالات سے متعلق ہوتی ہے، جس کو سن کر جنگل کا ایک چرواہا اور متمدن آبادیوں کا ایک فیلسوف، دونوں یکساں اثر کے ساتھ خدا کی سچائی کو پا سکتے ہیں۔ پس اگر تم نے فلسفہ وحکمت نہیں پڑھا ہے، اگر تم نے اجرامِ سماویہ کے دیکھنے کے لئے کسی رصد خانے کی قیمتی دوربین نہیں پائی ہے، اگر تم کو مادہ کے خواص کا تجربہ نہیں ہے، اگر تم کسی دارالعلوم کے اندر برسوں تک نہیں رہے ہو، اگر تم صحرائی ہو، اگر تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر گوشہ نشیں ہو، اگر پھونس کی ایک چھت اور بانسوں کی ایک شکستہ دیوار ہی رہنے اور بسنے کے لئے تمہارے حصے میں آئی ہے اور اس طرح تم نہیں جانتے کہ اپنے خدا کو آسمان کے عجیب وغریب ستاروں کے اندر کیونکر دیکھو اور اس کے حسن و جمال کو عناصر و ذراتِ خلقت کی آمیزش و آویزش کے اندر کیونکر ڈھونڈو، تاہم تم انسان ہو، تم کو روح دی گئی ہے اور تم زمین پر بستے ہو، تم آسمان کی ہر بدلی کے اندر، بادلوں کے ہر ٹکڑے کے اندر، ہواؤں کے ہر جھونکے کے اندر، بارانِ رحمت کے ہر قطرے کے اندر، اپنے خداوندِ حیّ و قیوم کو، اس کی حکمت و قدرت کو، اس کی رافت و رحمت کو، اس کے پیار و محبت کو دیکھ سکتے ہو اور اسے پا سکتے ہو۔ تم میں سے کون ہے جس نے امید و بیم کی نظروں سے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا ہے اور اس کی بجلیوں کی چمک اور بادلوں کی گرج کے اندر اپنی کھوئی ہوئی امید کو نہیں ڈھونڈا ہے؟

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۲۴:۳۰)

اور قدرت الٰہی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب زمین پیاسی ہوتی ہے اور خشک سالی کے آثار ہر طرف چھا جاتے ہیں تو وہ آسمان پر بارش کی علامتوں کو پیدا کر دیتا ہے اور تم امید و بیم کی نظروں سے انہیں دیکھتے ہو!

موت کے بعد زندگی

پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاری تشنہ و بے قرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس جاتی ہے، خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت ونمو کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے، کرہ ارضی اپنی بے خودانہ حرکت میں آفتاب کے آتشکدہ سے قریب تر ہو جاتی ہے، اس کی تمام کائناتِ نباتاتی اپنا فطری حسن و جمال فطری کھو دیتی ہے، پرندا پنے گھونسلوں میں، ٹہنیاں درختوں میں اور انسان اپنے گھروں میں پانی کے لئے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم وخشک فضا کی طرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے، تو وہ اپنی محبت اور ربوبیّت کے نقاب میں آتا ہے اور مایوسی کے بعد امید کا، نامرادی کے بعد مراد کا، موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے؟

وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (۲۴:۳۰)

اس کی ربوبیت ورحمت کو دیکھو کہ جب تم امید و بیم کی نظروں سے آسمان کو دیکھتے ہو اور تمام زمین پر مردنی اور ہلاکی چھا جاتی ہے، تو وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین پر موت کے بعد زندگی طاری ہو جاتی ہے۔ یقیناً قدرت الٰہی کی اس نمود میں صاحبان فکر و عقل کے لئے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں!

روحانی تربیت

یہ وہ انتظامِ الٰہی ہے جو پروردگارِ عالم نے انسان کے جسم کی غذا کے لئے کیا ہے، پھر کیا اس نے انسان کی روح کے لئے کچھ نہ کیا ہوگا؟ وہ رب الارباب جو زمین کی پکار سن کر اسے پانی دیتا اور جسم کی بے قراری دیکھ کر اسے غذا بخشتا ہے، کیا سرزمین روح و معنی کی تشنگی کے لئے کچھ نہیں رکھتا اور دل کی بھوک کے لئے اس کے خزانوں میں کوئی نعمت نہیں؟

وہ کہ اس کی محبت زمین کی مٹی کو خشک نہیں دیکھ سکتی اور درختوں کی ٹہنیوں کو وہ سبز پتیوں اور سرخ پھولوں کی زیبائش سے محروم نہیں رکھتا، کیا روح انسانی کو ہلاکت و بربادی کے لئے چھوڑ دے گا اور عالم انسانیت کا مرجھا جانا اسے خوش آئیگا؟ وہ رب العالمین جو تمہارے جسم کو غذا دے کر موت سے بچاتا ہے، کیونکر ممکن ہے کہ تمہاری روح کو ہدایت دے کر ضلالت سے نہ بچائے؟

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ:

مَنْ رَّبُّكُمَا يَا مُوْسٰى (۲۰:۴۹)

تمہارا رب کون ہے اے موسیٰ

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہ صرف اپنے رب العالمین کی نسبت خبر ہی دی، بلکہ اس کی ربوبیت کی دلیل قطعی وفطری بھی چند لفظوں میں بیان فرما دی:

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (۲۰:۵۰)

ہمارا رب وہ ہے، جو "رب" ہے اور اس لئے اس کی ربوبیت نے کائنات کی ہر چیز کو اس کی خلقی ضروریات بخشیں، پھر اس کے بعد ان کی ہدایت کردی تاکہ صحیح اور فطری طریقہ پر کاربند رہ کر اپنی خلقت کے مقصد کو حاصل کریں۔

پس اس نے کہ زمین کی مٹی کے اندر قوتِ نشو و نما رکھی اور پھر پانی برسا کر اس کی ہدایت کردی، یعنی اس کے آگے نفوذ و عمل کی راہ کھول دی اور جس کی ربوبیت نے عالم

ہستی کے ایک ایک ذرہ کے لئے خلقت اور ہدایت، دونوں کا سامان کر دیا، انسان کو بھی جسم اور روح دونوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے لئے بھی خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان رکھتا ہے۔

رحمت الٰہی کے خزانے

اس کی ربوبیت نے جس طرح جسم کے لئے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں، اسی طرح روح کی غذا کے لئے بھی اس کے آسمانوں کی وسعت معمور ہے۔ جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات و نمود کے لئے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں، بجلیاں چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اقلیم روح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لئے ترستی ہے، تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کے لئے تڑپنے لگتی ہے۔ یہاں پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں، تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیے۔ وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور خدا کے کلمۂ حق و صدق کا شجرہ طیبہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر حصہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے، تو اس وقت روح انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اسے زندگی بخشتی ہے۔ وہاں انسانیت ہلاک ہو جاتی ہے تو خدا کی ہدایت اسے پھر اٹھا کر بیٹھا دیتی ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۷:۵۷)

اور وہ پروردگار عالم ہی تو ہے کہ بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو باران رحمت کے آنے کی خوشخبری سنا دیتی ہیں یہاں تک کہ جب اس کا وقت آ جاتا ہے تو وہ وزنی بادلوں کو حرکت دیتی ہیں اور ہم انہیں ایک ایسے شہر کے اوپر لے جا کر پھیلا دیتے ہیں جو ہلاک ہو چکا ہے اور زندگی کے لئے پیاسا ہے۔ پھر پانی برستا ہے اور زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے، اس کی نمو بخشی سے طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور مخلوقات اپنی غذا حاصل کر لیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہم مردوں کو بھی اٹھاتے ہیں۔ اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے سو دراصل ایک مثال ہے، تاکہ تم دانائی اور سمجھ حاصل کرو۔

تکمیل ہدایت

عالمِ انسانیت کی فضائے روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمتِ الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالم گیر نمود تھی جس کے فیضانِ عام نے تمام کائناتِ ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلالِ الٰہی کی نمود ہوگی، سو بالآخر وہ آ ہی گیا اور سعیر و فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابرِ کرم کی بوندیں پڑنے لگیں!

یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی، یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا، یہ سلسلہ ترسیل و رُسل و نزولِ صحف کا اختتام تھا، یہ سعادت بشری کا آخری پیام تھا، یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ اُمت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لئے کہ یہ حضرت ختم المرسلین و رحمت العالمین محمد بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

اُمتِ مسلمہ کی تاسیس

یہی واقعۂ ولادتِ نبوی ﷺ ہے جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاوّل ہے، جس میں اس امت مسلمہ کی بنیاد پڑی جس کو تمام عالم کی ہدایت وسعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا، یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، یہ عرب کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی، یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا، اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی، جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اور جیسا کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا، یہ تمام دنیا کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش تھی، یہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا، یہ تمام نوعِ انسانی کے شرف واحترام کا قیام عام تھا، یہ انسانوں کی بادشاہتوں، قوموں کی بڑائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں، بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرشِ جلال وجبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی!

پس یہی دن سب سے بڑا ہے، کیونکہ اسی دن کے اندر دنیا کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوئی۔ اس کی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے، بلکہ وہ تمام کرہ ارضی کی ایک عام اور مشترک عظمت ہے، جس کو وہ اس وقت تک نہیں بھلا سکتی جب تک کہ اس کو سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے اور جب تک کہ اس کی زمین اپنی زندگی اور بقا کے لئے عدالت وصداقت کی محتاج ہے۔

دُنیا کس کی یاد رکھے

دنیا میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں۔ یہ انقلابات خاص خاص انسانوں کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے ان انسانوں کی پیدائش کے ایام کو بھی دنیا عظمت

کے ساتھ یاد رکھنا چاہتی ہے اور اس اعتبار سے ان یادگاروں کی فہرست بڑی ہی طویل ہے۔اس میں بادشاہوں کے زرنگار تختوں کی قطاریں ہیں، فاتحوں کی بے پناہ تلواروں کی جھنکار ہے، سپہ سالاروں کے زرہ بکتر کی ہیبت ہے، حکیموں کی حکمتوں اور دانائیوں کے دفاتر ہیں، فلاسفر و علماء کے علوم و صحافت کے خزائن ہیں، صناعوں کی ایجادیں ہیں، وطن پرستوں کے مواعظ ہیں، قومی پیشواؤں اور ملکی داعیوں کی جانفشانیوں اور سرفروشیوں کی داستانیں ہیں۔لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا اگر اپنی عظمت کے اصلی دن کو یاد رکھنا چاہتی ہے، تو ان میں سے کس کو یاد رکھے؟

ان میں سے کون ہے جس نے دنیا کو سب سے بڑی چیز دی ہے، تاکہ وہ بھی سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اسی کی یاد کو پیار کرے؟

شانِ عالم

آؤ ہم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاہوں کو دیکھیں جنہوں نے دنیا کے بڑے بڑے رقبوں کو نوکِ شمشیر پر رکھ لیا اور ایسے ایسے عجیب و غریب ایوانوں اور محلوں میں بسے جن کی دیواریں اور چھتیں چاندی، سونے اور لعل و جواہر سے بنائی گئی تھی۔ اُنہوں نے بہت زیادہ مال و متاع جمع کیا، ان کے پاس لوہے کے بہت زیادہ آلاتِ خونریزی تھے اور ان کی اطاعت و غلامی میں انسانوں کا سب بڑا گلہ تھا۔پس ان کی پیدائش کے واقعہ کو بھی سب سے زیادہ عظیم الشان اور ناقابل فراموش ہونا چاہیے۔

لیکن اگر دنیا ان کی پیدائش کو یاد رکھے، تو بتلاؤ کہ دنیا کے لئے انہوں کیا کیا؟ ان کی فتوحات بہت وسیع تھیں اور ان کی وہ دولت جو انہوں نے زمین کی بستیوں کو اجاڑ کر لوٹی تھی، بڑے بڑے وسیع رقبوں کے اندر آتی تھی، لیکن دنیا کو اس سے کیا ملا کہ دنیا کی گردن ان کی یاد کے آگے جھکے؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تھے، تو ان کو یوں کہو کہ انہوں نے سب سے زیادہ

زمین کو ویران کیا، سب سے زیادہ اس کی آبادیوں کو اجاڑا، سب سے زیادہ خون کی ندیاں بہائیں اور سب سے زیادہ خدا کے بندوں کے گلے میں اپنی غلامی کی لعنت کا طوق ڈالا۔ پھر کیا دنیا اپنی ویرانیوں، اپنے قتل و غارت، اپنے نہب و سلب اور اپنی غلامی کی لعنت کے ناپاک دنوں کو یاد رکھے؟ اور جن کی اہلبیت نے یہ ملعنت پھیلائی تھی، ان کی پیدائش کی نحوست پر خوشیاں منائے؟

سکندر اور دوسرے فاتح

سکندر دنیائے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا، جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاہی، لیکن دنیا اگر اس کی پیدائش کو یاد رکھے تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی؟ یہ دنیا کی ویرانیوں، ہلاکتوں اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا جو اسے ہاتھ آئے گا!

دنیا میں جس قدر بادشاہ پیدا ہوئے، اگر تم ان کی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاہو، تو اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ وہ جتنے بڑے بادشاہ تھے، اتنے ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے، اتنے ہی زیادہ ان کی فطری قوتوں کے لئے پتھر تھے، اتنے ہی زیادہ ان کی قدرتی حرکت ونشو کے لئے زنجیر تھے اور اتنے ہی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف واحترام کے لئے ان کے اندر بربادیوں اور ہلاکتوں کی نحوست تھی۔

پس جن کا وجود خود دنیا کے لئے ایک زخم تھا، ان کی یاد میں اپنی گمشدہ شفا کیوں کر سکتی ہے؟

بے سود تذکار

حکماء کی حکمت، فلاسفر کا فلسفہ، صناعوں کی ایجادیں بلاشبہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ہیں، لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاہتے ہیں، تو انہیں بتلانا چاہیے کہ

اُنہوں نے اپنی حکمت سرائیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھ اور زمین کی حقیقی مصیبت کے لئے کیا کیا؟ آسمان کی فضا میں ان گنت ستاروں کی قطاریں پھیلی ہوئی ہیں۔ بلاشبہ وہ شخص بہت بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی کاوش کرنے والی نظر رکھتا تھا۔ جس نے ہم کو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ہیں، ان میں ثوابت ہیں، سیارات ہیں اور ان کی حرکتوں کے معین اوقات و ایام ہیں۔ لیکن دُنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی، تو اس وقت بھی بیمار تھی اور یہ معلوم کر کے بھی بیمار ہی رہی۔ اس کا اصلی دکھ یہ نہ تھا کہ انسان آسمان کے متعلق تھوڑا جانتا ہے، بلکہ ہمیشہ سے وہ اس ایک ہی مرض میں گرفتار رہی ہے کہ انسان خود اپنی نسبت، اپنی فطرت صالحہ کی نسبت، اپنی راہ سعادت کی نسبت کچھ بھی نہیں جانتا۔

صنعت گر

اس صناع کو اگر تم بڑا سمجھتے ہو جس نے انسان کے لیے فنِ تعمیر ایجاد کیا، تا کہ وہ پائیدار مکانوں اور خوبصورت چھتوں کے نیچے بیٹھے، تو تمہیں بتلانا چاہیے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھ کر نیک اور سچا انسان نہ تھا، مگر کیا بڑے بڑے محلوں کے اندر بس کر اس نے اپنی گمشدہ حقیقت پالی؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیت حقیقی کی گمشدگی ہے۔ سعادت انسانی اور امن ارضی ہی وہ نعمت ہے جس کی ڈھونڈھ میں ابتدا سے کائنات کا ذرہ ذرہ تہہ و بالا ہو رہا ہے۔ پھر بتلاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صناع اور موجد ہی انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی رکھتے ہیں، تو ان کی ایجادوں نے انسان کو کس قدر امن دیا؟ کس قدر سلامتی بخشی؟ کہاں تک صراطِ سعادت پر چلایا؟ طلسم حیات انسانی کا کون سا راز افشاں کیا؟ خدا اور بندوں کے رشتے کو کہاں تک جوڑا؟ پھر اگر وہ یہ نہ کر سکے تو دنیا ان کی ایجادات کو اپنے خزانے میں محفوظ رکھ سکتی ہے، مگر انکی یاد میں اس کے لئے کوئی خوشی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُنہوں نے اس کے اصلی دکھ کے لئے کچھ نہ کیا!

دور جدید

اچھا دنیائے قدیم کے ذخیرہ میں جو کچھ ہے اسے چھوڑ دو، کلدان و بابل اور یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور مسمار شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کے لئے کچھ نہ تھا، تو بہت ممکن ہے کہ آج لندن اور برلن و پیرس کی عجیب و غریب آبادیوں اور عقل و فہم کو مبہوت کر دینے والے تمدن کے اندر دنیا کو وہ چیز مل جائے، جس کے لئے وہ ابتدائے خلقت سے حیران و سرگشتہ رہی ہے!

موجودہ تمدن یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعوؤں سے ہوتی ہے، ضرور ہے کہ وہ سب کے سب اس وقت تمہارے سامنے ہوں، کیونکہ ہماری موجودہ صحبت ان کے اعادے کی متحمل نہیں۔ ہم کو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدن کو دنیا کے قدیم تمدنوں سے کوئی مشابہت نہیں۔ ان کی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا، ان کی بنیادیں صحت و حقیقت نہ تھیں، وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت مکمل نہ کر سکی تھیں، انہوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی اور انہیں اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل نہ تھے، جن کے ذریعے ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گھر بنا دیا ہے۔ پس گذشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اور اسی طرح کے دعوے تھے، جن سے موجودہ تمدن کی فضا بھر گئی تھی اور جن کے ذریعے اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے، حالانکہ سب سے بڑا صرف خدا ہے:

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ (۲۵:۲۱)

بلاشبہ انہوں نے یہ کہہ کر اپنے اندر بڑا گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی سخت درجہ سرکشی کی!

اپنے ہاتھوں گھر برباد کرنے والے

سو اب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکانے کے لئے جب تمدن کے اس سب سے بڑے مغرور بت کی طرف جاتی ہے، تو اسے کیا جواب ملتا ہے؟

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ملعون بت چور چور کر دیا گیا ہے اور خدا کا وہ زبردست اور بے پناہ ہاتھ جو قومِ ثمود و عاد اور بڑی بڑی آبادیوں اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دے چکا تھا، اپنے جلال اور ہولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے۔ تم یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کے باہمی قتل و خوں ریزی پر چار پایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانوں کی طرح نظر ڈالو اور دیکھو کہ یہ کیا ہے جو تمہارے سامنے ہو رہا ہے؟ یہ تمدن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے، یہ علم اور جہل کی ٹکر نہیں ہے۔ یہ تمدن ہی ہے جو تمدن سے ٹکرا رہا ہے، یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے، یہ صناعت ہے جو صناعت کو پیس رہی ہے، یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے، جو ایجاد ہی کے شیطان لعین کو ڈس رہا ہے اور اس طرح تمدن کا گھمنڈ ہی ہے جو تمدن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر رہا ہے:

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ (۲:۵۹)

اپنے گھروں کو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے اجاڑ رہے ہیں۔

پس اگر مسکین دنیا ان انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے جو تمدن کے بادشاہ تھے، علم کے فرمانروا تھے اور ایجاد و صناعت کے دیوتا تھے، تو تم اس کا ہاتھ پکڑو اور اسے آج یورپ کے ان میدانوں کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دو، جہاں تمدن و علم کا تختِ عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھوئیں اور زہریلی گیسوں کی مسموم فضا کے اندر بچھایا گیا ہے اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں، سرخ سرخ خون کی ندیوں اور انسانوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اس کے سنہری ستونِ عظمت نصب کئے گئے ہیں۔ پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسان مندی اور شکر گزاری کے لئے ان عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے، جو آج گیہوں اور جو کے لئے روتے ہیں، کیونکہ ہوا میں اڑنے کے آلات اور پانی کو مفرد اجزاء میں بدل لینے کا علم ان کے لیے کچھ کام نہ آیا!!

کس کی یاد منائیں؟

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کے لئے چنے گی؟ کیا وہ اس سب سے بڑے فلسفی کو یاد کرے گی، جو چودھویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجربہ کی راہ کھولی جس راہ نے کہ انسانوں کو ہلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچا دیا؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کرے گی، جس پر موجودہ تمدن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زہریلی گیسیں، ایسے مہلک بم اور شل اور ایسے بے پناہ مرکبات بنا دیئے جن کے آگے انسانی جماعتیں بالکل بے بس ہو جاتی ہیں اور منٹوں کے اندر بڑی بڑی آبادیاں موت کی لعنت سے بھر جاتی ہیں؟ اچھا، بھاپ کی طاقت کے موجد کو بلاؤ، اس کی بڑائی کیسی عجیب تھی جس نے بھاپ کی غیر معمولی طاقت کو انسان کے تابع کر دیا؟ لیکن آہ! وہ اس دنیا کے لئے کیا کرے جو موت کی نہیں، بلکہ زندگی کی بھوکی ہے اور دیکھ رہی ہے کہ بھاپ کے شیطان ہی کے اندر وہ سب سے بڑی بے پناہ خباثت ہے، جس نے آج جنگ کے میدانوں میں مختلف بھیسوں اور مختلف صورتوں کے اندر موت کی سب سے بڑی پھنکار ماری ہے اور تمام انسانی علم و دانائی اس کے بچاؤ کے لئے بیکار ہے؟

پھر کیا دنیا تمدن و علم کے ان مغرور بانیوں کی پیدائش پر خوشیاں منائے جنہوں نے اس کی موت و ہلاکت کیلئے تو سب کچھ کیا، پر اس کے امن و سلامتی اور سعادت و طمانیت کے لئے کچھ نہ کر سکے؟ ان کے پاس انسان کے اڑنے، سمندروں کے اندر جانے، بجلی کو قابو میں کرنے، ہوا کے تموج اور ذرات کو اپنے نامہ و پیام کا سفیر بنانے اور خود بخود بجنے والے باجوں اور بڑی تیزی سے چلنے والی سواریوں کے لئے تو بڑا ذخیرہ ہے، لیکن انسان کو نیک اور راست باز بنانے، خدا کی عدالت و صداقت سے زمین کو معمور کرنے، امن اور راحت کی بادشاہت کے قائم کرنے، ظلم و فساد کے بیج سے زمین کو صاف کرنے، طاقت اور حکم کے جبر

سے ضعیف اور ناتوانی کو بچانے اور انسانوں کو درندوں اور سانپوں کی طرح نہیں، بلکہ انسانوں کی طرح بسادینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے!

قرآن کا درسِ حکمت

تم نے یورپ کے تمدن کی کتوں کی طرح لوٹ کر اور بھیڑیوں کی طرح چل کر ہمیشہ پرستش کی ہے اور مذہب کی تعلیمات کی ہنسی اڑائی ہے کہ وہ آخرت آخرت کہتا ہے۔ مگر یورپ کی طرح دنیا کے لئے کچھ نہیں بتلایا، لیکن شاید تم آج قرآن حکیم کی اس آیت کو سمجھ سکو جس کے متعلق حدیثِ صحیح میں آیا ہے کہ اس کی تلاوت آخری زمانہ کے فتنہ سے بچائے گی۔

هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالاً اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا○ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (۱۸:۱۰۴-۱۰۵)

تم کو بتلاؤں کہ سب سے زیادہ ناکام ونامراد کام کرنے والے کون ہیں؟ وہ جن کی تمام قوت سعی صرف دنیا کی زندگی سنوارنے ہی میں کھو گئی اور جہل حقیقت نے ان میں یہ گھمنڈ پیدا کر دیا کہ وہ بہت ہی خوبیوں کا کام کر رہے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی نشانیوں اور اس کے رشتہ کو نہ سمجھا اور اس سے انکار کیا، پس ان کا تمام کیا دھرا برباد گیا اور قیامت کے دن انہیں کوئی وزن نصیب نہ ہوگا۔

دوسری جگہ اربابِ کفر کے اعمال یہ بتلائے۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (۳۰:۷)

صرف دنیا کی زندگی کا ایک ظاہری پہلو انہوں نے جان لیا ہے اور وہ آخرت کے علاقوں سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔

"آخرت" سے مقصود یہ نہیں ہے کہ دنیا اور دنیا کے اعمال ترک کر دیئے جائیں، بلکہ اس کی عملی تفسیر یورپ کی موجودہ زندگی کو سمجھو جس نے اپنے تئیں صرف دنیا ہی کے لئے وقف کر دیا ہے اور اس کے گھمنڈ میں وہ اللہ اور اس کے رشتہ کے لئے کوئی وقت اور فکر نہ نکال سکی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے وہ چیز تو حاصل کر لی، جس کا نام تمدن رکھا گیا ہے، لیکن وہ شے حاصل نہ کر سکی، جو انسان کے لئے امنِ حقیقی کی راہ اور سلام وسعادتِ فطری کی صراطِ مستقیم ہے۔

صراطِ مستقیم

تم کہہ سکتے ہو کہ یہ ان انسانوں کا حال ہے جن کی برائیاں صرف جسم و مادہ تک محدود تھیں لیکن اگر دنیا کے لئے ان کی پیدائش کی یاد میں کوئی تسکین اور راحت نہیں ہے تو وہ ان تمام صفوں سے باہر آ جائے گی اور دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کے دامن میں پناہ لے گی۔ وہ بانیانِ مذاہب کی عظمتوں کا نظارہ کرے گی، وہ خدا کے رسولوں اور اس کے پاک پیاموں کے پیغامبروں کو ڈھونڈے گی!

ہاں، اگر دنیا ایسا کرے تو یہ فی الحقیقت اس کی مصیبتوں کا خاتمہ ہوگا، اس کے دائمی درد اور بے قراریوں کے لیے سکھ اور راحت کی ایک حیات بخش کروٹ ہوگی اور وہ بلاشبہ منزل مقصود کو پالے گی۔ قرآن حکیم نے بھی اس کے دکھ کا یہی علاج بتلایا ہے اور جب کہ وہ بادشاہوں، قومی پیشواؤں، کاہنوں اور علم و مذہب کے جھوٹے مدعیوں کے دامن غرور میں لپٹی ہوئی تھی تو اسے وصیت کی کہ وہ سچائی کے رسولوں اور خدا کے داعیوں کی راہ اختیار کرے اور انہی کی زندگی کو اپنا نصب العین بنائے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

(۱:۵-۶)

خدایا تو ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا وہ صراطِ مستقیم جو تیرے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالح بندوں کی راہ عمل ہے!

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میدان میں بھی آ کر وہ کون سی زندگی ہے، جس کے اعمال دعوت کے اندر دنیا کو پیامِ امن وسعادت مل سکتا ہے؟

تقسیم مذہب

دنیا میں آج جو بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں، وہ علم الاقوام کی تقسیم کے مطابق دو قسموں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں۔

ایک سیماطیقی سلسلہ ہے جس کے ماتحت یہودی اور مسیحی قومیں اب تک دنیا میں باقی ہیں۔

دوسرا آرین سلسلہ ہے، جس سے گوتم بدھ اور ہندوستان کے تمام داعیانِ مذاہب وابستہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

پھر دنیا کے لئے اگر سب سے بڑا رسول یہودی مذہب کی تاریخ میں ہے، تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور ان کی پیدائش کو سب سے بڑا واقعہ قرار دے گی۔ لیکن اگر اس نے ایسا کرنا چاہا تو اسے یہ سمجھنے کا حق حاصل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعمالِ حیات میں اپنے لئے پیامِ امن ڈھونڈے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ مقدس کا سب بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُنہوں نے مصر کی ایک جابر وظالم گورنمنٹ کے پنجۂ استبداد سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی اور اسے غلامی کی ناپاکی سے نکال کر جو انسانیت کے لئے سب سے بڑی ناپاکی ہے، حکومت اور امن وعزت کی طہارت تک پہنچا دیا۔

بلاشبہ اُنہوں نے اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کی نسل کے لئے بڑا ہی مقدس جہاد کیا اور یہ ان کا یادگارِ عالم اسوہ حسنہ ہے، جس کی دنیا کو تقدیس کرنی چاہیے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اُنہوں

نے تمام دنیا کے لئے کیا کیا؟ دنیا صرف بنی اسرائیل ہی کا نام تو نہیں ہے۔ غیر الٰہی عبودیت کی زنجیریں صرف بنی اسرائیل ہی کے پاؤں میں نہیں تھیں بلکہ کرۂ ارضی کی تمام آبادی کے پاؤں اس کے بوجھ سے زخمی تھے، پس دنیا کے لئے وہی تلوار محبوب ہو سکتی ہے جو صرف فرعون کی ڈالی ہوئی زنجیروں ہی کو نہ کاٹے، بلکہ دنیا کے تمام فرعونوں کے تختِ غرور کو الٹ دے؟

انہوں نے صرف بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائی، مگر تمام دنیا غلامی سے نکلنے کی آرزومند ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام

دوسرا سب سے بڑا اسرائیلی مذہب مسیحی تحریک کا ہے۔ لیکن مسیحی دعوت کی تعلیم ہمارے سامنے ہے۔ اس کے علاوہ مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچھ کہیں گی، ہم انہیں حضرت مسیح کے نام سے قبول نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ میں صرف تورات کو قائم کرنے آیا ہوں، خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا۔ (متی ۵:۱۷)

انہوں نے تصریح کی کہ میرا مشن صرف بنی اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے۔ نیز اُنہوں نے غیر قوموں میں منادی کرنے سے روکا[1] اور ہمیشہ اپنے کاموں اور اپنی وصیتوں میں اپنی تعلیم کو اسرائیل کے گھرانے تک ہی محدود رکھا۔ پس دراصل انہوں نے جو کچھ بھی خدمت کرنا چاہی، وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسخ شدہ قوم کی تھی۔ تمام دنیا کے لئے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

پھر ان کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ روم کی ظالمانہ حکومت نے شام کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تھا اور بت پرست قوموں کی جابر و مستبد حکومتیں دنیا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بنائے ہوئے تھیں، لیکن انہوں نے نہ تو اس ظلم و طغیانی کے متعلق کچھ کہا اور نہ اس سے کچھ تعرض کیا۔

مسیحی قومیں اور تعلیم مسیحی

پہلی صدی مسیحی کے بعد جس قدر مسیحی قومیں دنیا میں آباد ہوئیں، ان کو حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم ودعوت سے کچھ تعلق نہ تھا اور وہ سرتا سر یونان کے ایک تعلیم یافتہ یہودی پولس کے مذہب کی پیرو تھیں۔ پولس نے تمام حواریانِ مسیح کے مذہب کے خلاف غیر اسرائیلی انسانوں کو بپتسما دینا شروع کیا اور اس طرح روم ویونان کے مختلف جزیروں اور دیہاتوں میں ایک نیا گروہ پیدا کرلیا۔ پس اگر دنیا حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف جھکنا چاہے گی، تو دنیا کو ان کے کارنامۂ حیات کے لئے بمشکل ایک چوتھائی صدی ہاتھ آئے گی، جس کے اندر ان کے تربیت یافتہ حواریوں کے اعمال نظر آسکتے ہیں اور یہ چند سال فضائل ومحاسنِ اخلاق کا کیسا ہی عمدہ نمونہ پیش کریں لیکن ان میں دنیا کے لئے کوئی عام پیامِ نجات نہیں ہے۔

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو۔ نتائج کی بحث بعد کو آتی ہے۔ سب سے پہلے دعوت، اعلان، ادعاء اور نفسِ تعلیم کا سوال ہے۔ دنیا حضرت مسیح علیہ السلام کی یاد پر کیوں کر قناعت کرے جب کہ خود اُنہوں نے دنیا کے لئے کچھ نہ کیا، بلکہ ہمیشہ اسے ٹھکرایا، مردود کیا اور اس کے ساتھیوں کو، اس کے دوستوں کو، اس سے رشتہ رکھنے والوں کو خدا کی بادشاہت کی مہربانی سے محروم بتلایا؟ حتیٰ کہ ایک آخری فتویٰ دے دیا!

تم خدا اور دنیا، دونوں کی خدمت نہیں کرسکتے'' (متی ۶:۲۵)

اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔'' (متی ۱۹:۲۳)

اس سے بھی درگزر کرو اور اس کی بہتر سے بہتر توجیہہ جو کرسکتے ہو کرلو۔ نیز پولس کی دعوت ہی کو حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت تسلیم کرلو اور ان تمام قوموں کو جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے نام پر بپتسما کا پانی اپنے اوپر چھڑکا، مسیحی دعوت کا پھل مان لو، لیکن پھر بھی مسیحی

تحریک کی پوری تاریخ کا کیا حال ہے؟

مسیحیت کی حکمرانی

جب تک مسیحیت دنیا پر حکمراں رہی، جس وقت تک مسیحی مذہب کا دینی تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رہا اور جب تک کہ مسیحی راہنماؤں اور خلیفوں کی غلامی سے دنیا نے انحراف نہ کیا، تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت تک اس کا وجود دنیا کے لئے دنیا کے علم وتمدن کے لئے، آبادی وعمران کے لئے، اخلاق وپاکیزگی کے لئے، اوران سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کی فطری حریت اورشرف انسانیت کے لئے ایک بدترین لعنت رہا، جس نے جلایا، ویران کیا، مسمار کیا، قتل کیا، جیل خانے بھرے، زبانوں پر مہریں لگائیں انسانی دماغوں کو معطل کیا لیکن انسان اورانسانیت کی راستی وترقی کے لئے چند لمحوں کا بھی ایک دور پیدا نہ کیا۔ مشہور مؤرخ گیزر، سیدیو، لامارے اورڈریپر اس بارے میں ہمارے لئے بہترین راوی ہیں۔

لیکن جس وقت سے کہ مسیحیت کی قوت نے شکست کھائی۔ تمدن کا غیر دینی دور شروع ہوا، مذہبی جماعتوں اور مذہبی خلافت (پوپ) کے حلقۂ غلامی سے یورپ آزاد ہوگیا، تو اس وقت سے یورپ کے موجودہ تمدن کی بنیاد پڑی اور مسیحی قوموں نے ترقی شروع کی۔

اگر تم کہتے ہو کہ دنیا کے لئے سب سے بڑی عظمت مسیحی مذہب کے بانی میں تھی، تو خود اس کے بانی ہی نے ہمیں معیارِ حق وباطل بتلا دیا کہ:

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے (مرقس ۱۹:۱۶)

پس دنیا اگر مسیحی مذہب کی پیدائش کے اندر اپنی خوشی ڈھونڈے، تو اس کو انسان کی امن وسلامتی اور فطرت کی آزادی وسعادت کی جگہ قتل وغارت اور ہلاکت وغلامی کا یادگار جشن منانا پڑے گا۔ کیونکہ مسیحیت کے درخت کا صرف یہی پھل ہمارے سامنے ہے۔

پھر کیا دُنیا اس کے لئے تیار ہے؟

یہ جو کچھ تھا، مسیحی اقوام کی تاریخِ قدیم کی بنا پر تھا، لیکن اگر اس پر گذشتہ دو صدیوں کے واقعات و نتائج کا بھی اضافہ کر دیا جائے، جو اقوام یورپ کے اعمالِ تمدّن سے وابستہ ہیں، تو دنیا کی مایوسی اور زیادہ دردانگیز ہو جائے۔

آرین سلسلہ

اس کے بعد مذاہبِ عالم میں آرین نسلوں کی دعوتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ لیکن افسوس کہ دنیا کے لئے ان کے پاس بھی کوئی پیامِ سعادت نہیں۔ عظیم الشان گوتم بدھ کی تمام تعلیمات و وصایا کا ماحصل یہ بتلایا جاتا ہے کہ "نجات دنیا کے ساتھ رہ کر حاصل نہیں ہو سکتی" پس دنیا کو جن لوگوں نے ٹھکرا دیا، دنیا ان کے پاس جا کر کیا سکھ حاصل کرے گی؟ پھر اس نے جو کچھ بھی بتلایا اور سکھلایا ہو، لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں اس کی دعوت محدود رہی۔ ہندوستان میں اسے شکست ملی تو جاپان اور چین میں جا کر محدود ہو گئی۔ پس زمین اپنی اس مصیبت کے لئے جو رقبوں اور ملکوں میں محدود نہیں ہے، عظیم الشان بدھا سے کیا حاصل کر سکتی ہے؟

ہندوستان کے مذہبی ذخیرۂ تعلیمات اور اس کی پراثر قدامت کی وقعت سے ہم انکار نہیں کر سکتے، تاہم دنیا کے لئے ان کے بانیوں کی عظمت کے اندر کیا خوشی ہو سکتی ہے جبکہ کوہ ہمالیہ کی دیواروں اور بحرِ عرب کی موجوں سے باہر بھی دنیا ہے، مگر ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر بسنے والوں ہی کو اپنی ہدائتیں سپرد کیں۔

ولادت باسعادت

پس دنیا اگر اپنی نجات کے لئے بے چین ہے تو اس کے لئے راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی کی زندگی میں ہے۔ اس کا دکھ ایک ہی ہے، اس

لئے اس کی شفاء کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ اس کا پروردگار ایک ہے، جو اپنے ایک ہی آفتاب کو اس کے خشک وتر پر چمکاتا اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اس کے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے۔ پس اس کی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہی ہے اور گو بہت سے ستارے اس کی روشنی سے اکتساب نور کرتے ہوں مگر ان سب کا مرکز و مبد نورانیت ایک ہی ہے:

قرآنِ حکیم نے آفتاب کو ''سراج'' کہا:

وَجَعَلْنَا سِرَاجاً وَّهَّاجًا (۱۳:۷۸)

اور ہم نے آسمان میں سورج کے چراغ کو بڑا ہی روشن بنایا۔

اور اسی طرح اس کے ظہور کو بھی ''سراج'' کہا جس کی ہدایت و رحمت کی روشنی تمام کرۂ ارض کی ظلمتوں کے لئے پیام صبح تھی:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّراً وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْراً (۴۶:۳۳)

اے پیغمبر اسلام! ہم نے تم کو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا، سعادتِ انسانیت کی خوشخبری پھیلانے والا، اللہ کی طرف اس کے بندوں کو بلانے والا اور دنیا کی تاریکیوں کے لئے ایک نورانی چراغ بنا کر بھیجا۔

کرہ ارض کے آفتاب۔ہدایت

پس تمام کرۂ ارضی کی روشنی کے لئے یہی ایک آفتابِ ہدایت ہے، جس کی عالمِ تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لئے نورِ بشارت پا سکتی ہے اور اس لئے صرف وہی ایک ہے، جس کے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی اور اگر اس نے بھلا دیا تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگی کے ساتھ صرف اسی کے آگے جھکنا پڑے گا اور

اسی کو اپنا کعبۂ امید بنانا پڑے گا۔

عالمگیر پیام

اس مقدس پیدائش نے دنیا میں ظاہر ہو کر یہ نہیں کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے آیا ہوں، بلکہ اس نے کہا کہ تمام عالمِ انسانیت کو غیر الٰہی غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصدِ ظہور ہے۔ اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کی گمشدہ رونق ہی سے عشق نہیں کیا، بلکہ تمام عالم کی اجڑی ہوئی بستی پر غمگینی کی اور ان کی دوبارہ رونق و آبادی کا اعلان کیا۔ اس نے اس خدا کی محبتوں کی طرف دعوت نہیں دی، جو صرف سینا کی چوٹیوں یا ہمالہ کی گھاٹیوں میں بستا ہے، بلکہ اس رب العالمین کی طرف بلایا جو تمام نظامِ ہستی کا پروردگار ہے اور اس لئے تمام کائنات عالم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ ہم کو دنیا میں سکندر ملتا ہے جس نے تمام دنیا کو فتح کرنا چاہا تھا، لیکن ہم دنیا کی پوری تاریخ میں خدا کے کسی رسول کو نہیں پاتے، جس نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا ہو۔

جہانوں کے لیے رحمت

اس کا صرف ایک ہی اعلان ہے جو آغاز خلقت سے اب تک کیا گیا ہے اور اس لئے اگر دنیا نسلوں، قوموں اور رقبوں کا نام نہیں ہے، بلکہ مخلوقاتِ الٰہی کی اس پوری نسل کا نام ہے، جو کہ کرۂ ارضی کی پیٹھ پر بستی ہے، تو وہ مجبور ہے کہ ہر طرف سے مایوسی کی نظریں ہٹا کر صرف اس ایک ہی اعلانِ عام کے آگے جھک جائے اور صرف اس کی پیدائش کے دن کو اپنی عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

(۲۵:۱)

کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے ذات اس کی جس نے اپنے برگزیدہ بندے پر الفرقان نازل کیا تا کہ وہ قوموں اور ملکوں ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام عالموں کی ضلالت کے لئے ڈرانے والا ہو!

دنیا میں جس قدر داعیانِ حق و صداقت کے اعلانات موجود ہیں، اگر دنیا ان کو بھلا دے گی، تو یہ صرف قوموں اور ملکوں کی سعادت کی فراموشی ہوگی، کیونکہ اس سے زیادہ انہوں نے کچھ نہیں کہا، لیکن اگر ربیع الاوّل کو اس نے بھلا دیا، تو یہ تمام کرۂ ارضی کی نجات کو بھلا دینا ہوگا، کیونکہ ربیع الاوّل کی رحمت کسی ایک سرزمین کے لئے نہیں بلکہ تمام عالمین کے لئے تھی۔

☆☆☆☆☆

ذکرِ مقدس

آں راز کہ در سینہ نہاں ست نہ وعظ ست
بردار تواں گفت، بر منبر نہ تواں گفت!

عزیزانِ ملت! ماہ ربیع الاوّل کا ورود تمہارے لئے جشن و مسرت کا ایک پیغامِ عام ہوتا ہے۔ کیونکہ تم کو یاد آ جاتا ہے کہ اسی مہینے کے ابتدائی ہفتوں میں خدا کی رحمتِ عامہ کا دنیا میں ظہور ہوا اور اسلام کے داعی برحق ﷺ کی پیدائش سے دنیا کی دائمی غمگینیاں اور سرگشتگیاں ختم کی گئیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

تم خوشیوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور ہو جاتے ہو، تمہارے اندر خدا کے رسولؐ برحق کی محبت و شیفتگی ایک بے خودانہ جوش و محویت پیدا کر دیتی ہے۔ تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسی کی یاد میں، اسی کے تذکرے میں اور اسی کی محبت کے لذت و سرور میں بسر کرنا چاہتے ہو!

تم اس کے ذکر و فکر کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، ان کی آرائش و زینت میں اپنی محنت و مشقت کی کمائی بے دریغ لٹاتے ہو، خوشبودار اور تر و تازہ پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، کافوری شمعوں کے خوبصورت فانوس اور برقی روشنی بکثرت کے کنول روشن کرتے ہو، عطر و گلاب کی مہک اور اگر کی بتیوں کا بخور جب ایوان مجلس کو اچھی طرح معطر کر دیتا ہے، تو اس

وقت مدح وثنا کے زمزموں اور درود وسلام کے مقدس ترانوں کے اندر اپنے محبوب ومطلوب مقدس کی یاد کو ڈھونڈتے ہو اور بسا اوقات تمہاری آنکھوں کے آنسو اور تمہارے پُر محبت دلوں کی آہیں اس کے اسمِ مبارک سے والہانہ عشق کرتیں اور اس کے عشق سے حیات روحانی حاصل کرتی ہیں!

پس کیا مبارک ہیں وہ دل جنہوں نے اپنے عشق وشیفتگی کے لئے رب السمٰوٰت والارض کے محبوب ﷺ کو چنا! اور کیا پاک ومطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین ورحمتہ اللعالمین ﷺ کی مدح وثنا میں زمزمہ سنج ہوئیں!

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذرانند و خم طرهٔ یارے گیرند!

اُنہوں نے اپنے عشق وشیفتگی کے لئے اس کی محبوبیت کو دیکھا، جس کو خود خدا نے اپنی چاہتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا اور ان کی زبانوں نے اس کی مدح وثنا کی اس کی مدح وثنا میں خود خدا کی زبان، اس کے ملائکہ اور قدوسیوں کی زبان اور کائناتِ ارضی کی تمام پاک روحوں اور سعید ہستیوں کی زبان، ان کی شریک وہمنوا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۵۶:۳۳)

کائناتِ ہستی کی محبوبیت اعلیٰ

بلاشبہ محبت نبوی اور عشق محمدی ﷺ کے یہ مخلصانہ ذوق وشوق تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ہے۔ تمہارا یہ عشق الٰہی ہے، تمہاری یہ محبت ربانی ہے، تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادت اور راست بازی کا سرچشمہ ہے، تم

اس وجود مقدس و مطہر کی محبت رکھتے ہو جس کو تمام کائنات انسانی میں سے تمہارے ندا نے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودیتوں کے لئے چن لیا اور محبوبیت عالم کا خلعت اعلیٰ صرف اسی کے وجود اقدس پر راست آیا۔ کرۂ ارض کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو لکھی جا سکتی ہے، زیادہ سے زیادہ جو عشق کیا جا سکتا ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ مدح و ثناء جو کی جا سکتی ہے، غرض کہ انسان کی زبان انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی ہے اور کر سکتی ہے، وہ سب کا سب صرف اسی ایک انسانِ کامل و اکمل ﷺ کے لئے ہے اور اس کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں۔

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

وللہ در ما قال:

عبارا تنا شتی و حسنک واحد
و کل الیٰ ذالک الجمال یشیر!

عبدیّت کبریٰ (وحدہٗ لاشریک)

خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہٗ لاشریک ہے کہ کوئی ہستی اس کی شریک نہیں، اسی طرح اس انسانِ کامل ﷺ کی انسانیت اعلیٰ اور عبدیّت کبریٰ بھی وحدہٗ لاشریک ہے، کیونکہ اس کی انسانیت و عبدیّت میں کوئی اس کا ساجھا نہیں اور اس کے حسن و جمال فردانیت کا کوئی شریک نہیں:

منزہ عن شریک فی محاسنہٖ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا، وہاں ان سب کو ناموں سے پکارا ہے اور ان کے واقعات کا بھی ذکر

کیا ہے، تو ان کے ناموں کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن اس انسان کامل، اس فرد اکمل ﷺ، اس صفاتِ عبدیّت کے وحدۂ لاشریک کا اکثر مقامات پر اسی طرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اس کا نام لیا گیا، نہ ہی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا، بلکہ صرف "عبد" کے لفظ سے اس کے پروردگار نے اسے یاد فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (۱:۱۷)

کیسا پاک ہے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے عبد کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی!

سورہ جن میں فرمایا:

وَ اَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰہِ یَدْعُوْہُ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا (۱۹:۷۲)

اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغِ حق کے لئے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اللہ کو پکارے، تو کفار اس کو اس طرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اس پر آ گریں گے!

سورہ کہف کو اس طرح اس آیت سے شروع کیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ (۱:۱۸)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے "عبد" پر کتاب اتاری۔

سورہ فرقان کی پہلی آیت ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (۱:۲۵)

کیا ہی پاک ذات ہے اس کی جس نے "الفرقان" اپنے "عبد" پر اتارا تاکہ وہ تمام عالم کی ضلالتوں کے لئے ڈرانے والا ہو!

اسی طرح سورہ نجم میں فرمایا؛

فَاَوْحٰیٓ اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی (۵۳:۱۰)

سورہ حدید میں فرمایا:

يُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖٓ آیٰتٍ (۵۷:۹)

پس ان تمام مقامات میں آپ ﷺ کا اسم گرامی نہیں لیا، بلکہ اس کی جگہ صرف 'عبد' فرمایا۔ حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لئے اگر عبد کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی تصریح بھی کردی ہے۔ سورہ مریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے فرمایا:

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا (۱۹:۲)

سورہ ص میں فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ نیز وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ (۳۸:۱۷،۴۱)

خصوصیت وامتیاز

اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود الٰہی تھا کہ اس وجودِ گرامی ﷺ کی عبدیت اور بندگی اس درجہ آخری مرتبہ قصویٰ تک پہنچ چکی ہے، جو انسانیت کی انتہا ہے اور جس میں اور کوئی عبد اس عبدِ کامل ﷺ کا شریک وسہیم نہیں۔ پس عبدیت کا فردِ کامل وہی ہے اور اس لئے بغیر اضافت ونسبت کے صرف 'عبد' کا لقب اس کی ناموں اور علموں کی طرح پہچان کروادیتا ہے۔ کیونکہ تمام کائناتِ ہستی میں اس کا سا اور کوئی عبد نہیں!

پس یہ وہ تھا کہ اس کی صفات الاھیہ کا یہ حال ہے، اس کی انسانیت وعبدیت کی وحدت اس طرح فرمان فرمائے جمیع کائنات ہے، اس کی محبت ومحبوبیت کا خود ربّ السمٰوٰت والارض نے اعلان کیا اور اس کی رحمت کو اپنی ربوبیت کی طرح تمام عالمین پر محیط کردیا، اس

کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفاتِ رافت ورحمت سے متصف فرمایا اور اگر اپنے آپ کو الرحمٰن الرحیم کہا تو اسے بھی بالمومنین روف الرحیم قرار دیا۔ اس کو تمام قرآن حکیم میں کبھی بھی نام لے کر نہ پکارا، بلکہ کبھی صدائے عزت سے نوازا کہ:

یَا اَیُّھَاالرسول

اور کبھی طریق محبت سے پکارا کہ:

یاایھاالمزمل

اس کے وجود کی عزت وعظمت کو اپنی عزت کی طرح اپنے بندوں پر فرض کردیا اور جابجا حکم دیا کہ:

وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ (۹:۴۸)

اس کی عزت کرو اور اس کی توقیر بجالاؤ

پھر وہ کہ اس کی محبوبیتوں اور عظمتوں کا یہ حال تھا کہ اس کا وجود مقدس واطہر تو بڑی چیز ہے، وہ جس آبادی میں بسا اور جس شہر کی گلیوں میں چلا پھرا، اس کی عزت کو بھی خدائے زمین وآسمان نے تمام عالم میں نمایاں کیا۔

لَآ اُقۡسِمُ بِھٰذَا الۡبَلَدِوَاَنۡتَ حِلٌّ بِھٰذَا الۡبَلَدِ (۹۰:۱۔۲)

ہم مکہ کی قسم کھاتے ہیں مگر اس لئے کہ تیرا وجود اس کی سرزمین میں رہا اور بسا ہے۔

ومن مذھبی حب الدیا ر لا ھلھا

وللناس فیھا یعشقون مذاھب

پس جس کی قدوسیت وجبروتیت کا یہ مرتبہ ہو، اس کی یاد میں جتنی گھڑیاں بھی کٹ جائیں، اس کے عشق میں جتنے آنسو بھی بہہ جائیں، اس کی محبت میں جتنی آہیں بھی نکل جائیں اور اس کی مدح وثنا میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، انسانیت کا حاصل، روح کی سعادت، دل کی طہارت، زندگی کی پاکی اور ربانیت والٰہیت کی بادشاہی ہے۔

وللہ درماقال:

راہ تو بہر قدم کہ پوئند خوش ست
وصل تو بہر سبب کہ جوئند خوش ست!
روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکوست
نام تو بہر زبان کہ گویند خوش ست!

جشن حصول و ماتم ضیاع

لیکن جب کہ تم اس ماہ مبارک میں یہ سب کچھ کرتے ہو، اور اس ماہ کے واقعۂ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو، تو اس کی مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جس کے بغیر اب تمہاری خوشی نہیں ہوسکتی؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدائش ہے جس کی یاد کے لئے تم سروسامانِ جشن کرتے ہو؟

یہ کون تھا جس کی ولادت کے تذکرہ میں تمہارے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے؟

آہ! اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لئے جشن و مسرت کا پیام ہے، کیونکہ اسی مہینہ میں وہ آیا جس نے تم کو سب کچھ دیا تھا، تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں، کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا، وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا۔ اس لئے اگر یہ ماہ ایک طرف بخشنے والے کی یاد تازہ کرتا ہے، تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہو جانا چاہیے:

ماخانہ رمیدگانِ ظلمیم
پیغام خوش از دیار مانیست

مجلسیں روشن اور دل تاریک

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، مگر تمہیں اپنے دل کی اُجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو، مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، مگر آہ! تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے۔ تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو، مگر آہ! تمہاری غفلت، کہ تمہاری عظمتِ اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشامِ روح یکسر محروم ہے! کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرا نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہ ربیع الاوّل کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی، مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہارے دل کی بستی نہ اجڑتی، تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا اور تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنہ نبوی ﷺ کی مدح وثنا کے ترانے اُٹھتے:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

(٤٦:٢٢)

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ، تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

پھر آہ! وہ قوم اور صد آہ! اس قوم کی غفلت و نادانی، جس کے لئے ہر جشن و مسرت میں پیامِ ماتم ہے اور جس کی حیات قومی کا ہر قہقہۂ عیش فغاں حسرت ہو گیا ہے۔ مگر نہ تو ماضی کی عظمتوں میں اس کے لئے کوئی منظر عبرت ہے، نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئی پیامِ تنبہ و ہوشیاری ہے اور نہ مستقبل کی تاریکیوں میں زندگی کی کسی روشنی کو اپنے سامنے رکھتی

ہے۔ اسے اپنی کا مجوئیوں اور جشن و مسرت کی بزم آرائیوں سے مہلت نہیں، حالانکہ اس کے جشن وطرب کے ہر ورود میں ایک نہ ایک پیامِ ماتم وعبرت بھی رکھ دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں، کان سنیں اور دل کی دانائی غفلت وسرشاری نے چھین نہ لی ہو:

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْاَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ (۳۷:۵۰)

ظہور ومقصدِ ظہور

ماہ ربیع الاول کی یاد میں ہمارے لئے جشن و مسرت کا پیام اس لئے تھا کہ اسی مہینے میں خدا کا وہ فرمانِ رحمت دنیا میں آیا، جس کے ظہور نے دنیا کی شقاوت وحرمانی کا موسم بدل دیا، ظلم وطغیان اور فساد وعصیان کی تاریکیاں مٹ گئیں، خدا اور اس کے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا، انسانی اخوت ومساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کر دیا اور کلمۂ کفر وضلالت کی جگہ کلمۂ حق وعدالت کی بادشاہت کا اعلان عام ہوا:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌوَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ تَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ (۵:۱۶-۱۷)

اللہ کی طرف سے تمہاری جانب ایک نورِ ہدایت اور کتابِ مبین آئی۔ اللہ اِس کے ذریعے اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی اور زندگی کی راہوں پر ہدایت کرتا اور ان کے آگے صراطِ مستقیم کو کھولتا ہے!

لیکن دنیا شقاوت وحرمانی کے درد سے پھر دکھیا ہوگئی، انسانی شر وفساد اور ظلم وطغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کے لئے پھیل گئی، سچائی اور راست بازی کی کھیتیوں نے پامالی پائی اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا۔ خدا کی وہ زمین جو صرف خدا ہی کے لئے تھی، غیروں کو دے دی گئی اور اس کے کلمۂ حق وعدل کے غمگساروں اور ساتھیوں سے اس کی سطح خالی ہوگئی:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (۳۰:۴۱)

زمین کی خشکی اور تری دونوں میں انسان کی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل گیا اور زمین کی صلاح وفلاح غارت ہوگئی!

پھر آہ! تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو، مگر اس کے ظہور کے مقصد سے غافل ہو گئے ہو اور وہ جس غرض کے لئے آیا تھا، اس کے لئے تمہارے اندر کوئی ٹیس اور چبھن نہیں؟

یہ ماہ ربیع الاوّل اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دنیا کی خزاں ضلالت ختم ہوئی اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا۔ پھر اگر آج دنیا کی عدالت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے، تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو، مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے؟

آتشیں شریعت

اس موسم کی خوشیاں اس لئے تھیں کہ اسی میں اللہ کی عدالت کی وہ ''آتشیں شریعت'' کوہِ فاران پر نمودار ہوئی جس کی سعیر کی چوٹیوں پر صاحب تورات کو خبر دی گئی تھی اور جو مظلومی کے آنسو بہانے، مسکینی کی آہیں نکالنے، ذلّت و نامرادی سے ٹھکرائے جانے کے لئے دنیا میں نہیں آئی تھی، بلکہ اس لئے آئی تھی کہ اعداء حق و عدالت ناکامی کے آنسو بہائیں، دشمنانِ الٰہی مسکینی کے لئے چھوڑ دیئے جائیں، ضلالت و شقاوت، نامرادی و ناکامی کی ذلّت سے ٹھکرائی جائے اور سچائی و راستی کا عرشِ عظمت و جلالِ نصرت الٰہی کی کامرانیوں اور اقبال و فیروزی کی فتح مندیوں کے ساتھ تمام کائنات ارضی میں اپنی جبروتیّت وقدوسیّت کا اعلان کرے۔ پس وہ اللہ کے ہاتھ کی چمکائی ہوئی ایک تلوار تھی، جس

کی ہیبت و قہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمۂ حق کی بادشاہت اور دائمی فتح کی دنیا کو بشارت سنائی:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ(۹:۳۳)

وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو دنیا کی سعادت کے قیام اور ضلالت کی مقہوریت کے لئے دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ تمام دینوں پر اسے غالب کر دے۔ پس اس کی حقانیت کی طاقت ہی آخر میں دائمی اور عام فتح پانے والی ہے۔ اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہی شاق گزرے۔

مراد کی بشارت اور کامیابی کی بہار

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادی کا زخم لگانے والا ہاتھ تھا، وہ مظلومی کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی، وہ مسکینی کی بے قراری نہ تھی، بلکہ دنیا کو بے قرار کرنے والوں نے اس سے بے قراری پائی، وہ درد و کرب کی کروٹ نہ تھی بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چینی کا بستر ملا۔ وہ جو کچھ لایا اس میں غمگینی کی چیخ نہ تھی، ماتم کی آہ نہ تھی، ناتوانی کی بے بسی نہ تھی اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا، بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا۔ جشنِ مراد کی بشارت تھی، کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی، طاقت اور فرمان روائی کا اقبال تھا، امید اور یقین کا خندۂ عیش تھا، زندگی اور فیروزمندی کا پیکر و تمثال تھا، فتح مندی کی ہمیشگی تھی اور نصرت و کامرانی کی دائمی:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَالْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ (۴۱:۳۰-۳۱)

اللہ کے وہ صالح بندے جنہوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں، پھر ساتھ ہی اس پر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا، سو یہ وہ لوگ ہیں کہ کامرانی و فتح مندی کے لئے خدا نے ان کو چن لیا ہے۔ وہ اپنے ملائکہ نصرت کو ان پر بھیجتا ہے۔

جو ہر دم پیامِ شادمانی و کامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لئے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔ دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرت وحمایت سے فتح مند و کامیاب ہو گئے اور آخرت میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد۔ اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لئے ہیں، تم جو نعمت چاہو گے تمہیں ملے گی اور جس چیز کو پکارو گے پاؤ گے۔

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا

کیونکہ وہ جو ربیع الاوّل میں آیا، اس نے کہا کہ غم اور ناکامی ان کے لئے ہونی چاہیے جن کے پاس کامیابی اور نصرت بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے، مگر وہ جنہوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کر کے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھ وفاداری کی اور اس ذات کو اپنا دوست بنا لیا' جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، تو وہ کیونکر غمگینی پا سکتے ہیں اور خدا کے دوستوں کے ساتھ اس کی زمین میں کون ہے جو دشمنی کر سکتا ہے؟

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِينَ اٰمَنُوا وَاَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (۴۷:۱۱)

اس لئے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے' مگر کافروں کا نہیں جنہوں نے اس سے انکار کیا۔

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمہ حق و عدل کی خدمت گزاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا' وہ کسی سے نہیں ڈر سکتے۔ البتہ ان کی ہیبت اور قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاہیے:

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۳:۱۷۵)

دشمنانِ حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ہو۔

خدا پر ایمان اور انسان کا خوف

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزاء جمع ہو سکتے ہیں۔ آگ اور پانی ممکن ہے کہ ایک جگہ جمع ہو جائیں، شیر اور بکری ہو سکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں، لیکن خدا کا ''ایمان'' اور ''انسان کا خوف'' یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں اور اگر ایک بد بخت، ایمانِ الٰہی کا دعویٰ کر کے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے، تو تم اسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لڑھک کر آ جاتے ہیں، تا کہ دوڑنے والوں کے لئے ٹھوکر بنیں، کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۳:۱۳۹)

نہ ہراساں ہو اور نہ غمگین ہو' تمہی سب پر غالب آنے والے ہو' اگر تم سچے مومن ہو۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۰:۶۲)

یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اس کے چاہنے والے ہیں' ان کے لئے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہوں گے۔

استبدالِ نعمت

لیکن آج جب کہ تم عیدِ میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، تو تمہارا کیا حال ہے؟ وہ تماری دولت کہاں ہے جو تمہیں دی گئی تھی؟ وہ تمہاری نعمتِ کامرانی کدھر گئی جو تمہیں سونپی گئی تھی؟ وہ تمہاری روحِ حیات کیوں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی، جو تم میں پھونکی گئی تھی؟ آہ! تمہارا خدا تم سے کیوں روٹھ گیا؟ اور تمہارے آقا نے کیوں تم کو صرف اپنی ہی غلامی کے لئے نہ رکھا؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا یہ وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمہارے ہی لئے ہے؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمہارے سوا کوئی وارث نہیں؟

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

(۸:٦۳)

عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کیلئے اور مومنوں کے لئے، لیکن جن کے دل نفاق سے کھوئے گئے وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلت کے لئے چھوڑ دیئے گئے ہو اور عزت نے تم سے منہ چھپا لیا ہے؟ کیا خدا کا وعدۂ نصرت تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (۳۰:٤۷)

مسلمانوں کو نصرت اور فتح دینا ہمارے لئے ضروری ہے۔ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ ہم غیروں کو فتح یاب کریں اور مومن ناکام رہ جائیں۔

غفلت و بد عملی

پھر یہ کیوں ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا؟ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے

اور ان کے حکموں کے آگے گرنا جانتے ہو، خدا کے وعدہ لا یخلف المیعاد کے لئے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے؟ آہ! نہ تو اس کا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا، مگر تم ہی ہو، تمہاری ہی محرومی و بے وفائی ہے، تمہارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے، جس نے اپنے پیمانِ وفا کو توڑا اور خدا کے مقدس رشتہ کی عزت کو اپنی غفلت و بداعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (۸:۵۳)

وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۲۲:۱۰)

اس لئے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کر دے اور وہ اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہے کہ ان کو بغیر جرم کے سزا دے۔

خدا اب بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف تمہارے ہی لئے ہے، بشرطیکہ تم بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف خدا ہی کے لئے ہو جاؤ:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (۴۷:۷)

اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کر دے گا۔

یادگارِ حریت

تم ربیع الاوّل میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعویٰ رکھتے ہو اور مجلسیں منعقد کر کے اس کی مدح و ثناء کی صدائیں بلند کرتے ہو، لیکن تمہیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جس کی یاد کا تمہاری زبان دعویٰ کرتی ہے، اس کی فراموشی کے لئے تمہارا ہر عمل گواہ ہے؟ اور جس

کی مدح وثناء میں تمہاری صدائیں زمزمہ سرا ہوتی ہیں، اس کی عزت کوتمہارا وجود بٹہ لگا رہا ہے؟ وہ دنیا میں اس لئے آیا تھا کہ انسانوں کوانسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراطِ مستقیم پر چلائے اور غلامی کی ان تمام زنجیروں سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دے جن کے بڑے بڑے بوجھل حلقے اُنہوں نے اپنے پاؤں میں ڈال لئے تھے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ
(۱۵۷:۷)

پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کونجات دلائے اور غلامی کے جوطوق انہوں نے اپنی گردنوں میں پہن رکھے ہیں ان کے بوجھ سے انہیں رہائی بخشے۔

صرف خدا کی اطاعت

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ہی کی ہے اور حکم وفرمان صرف ایک ہی کے لئے سزاوار ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ (۱۲:۴۰)

حکم وطاقت کسی کے لئے نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لیے!

اس نے سب سے پہلے انسان کواس کی چھنی ہوئی آزادی وحریت واپس دلائی اور کہا کہ مومن نہ تو بادشاہوں کی غلامی کے لئے ہے، نہ کاہنوں کی اطاعت کے لئے، نہ کسی اور انسانی طاقت کے آگے جھکنے کے لئے، بلکہ اس کے سر کے لئے ایک ہی چوکھٹ، اس کے دل کے لئے ایک ہی عشق، اس کے پاؤں کے لئے ایک ہی زنجیر اور اس کی گردن کے لئے ایک ہی طوق اطاعت ہے۔ وہ جھکتا ہے تو اس کے آگے، روتا ہے تو اسی کے لئے، اعتماد کرتا ہے تو اسی کی ذات پر، ڈرتا اور لرزتا ہے تو اسی کی ہیبت سے، امید کرتا ہے تو اسی کی رحمت پر۔ وہ مشرک نہیں

ہے کہ خدا کی طرح انسانوں کو بھی ہیبت اور قہاریت کی صفت بخشے:

أَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوْهَا أَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۱۲:۳۹-۴۰)

پرستش اور غلامی کے لئے کئی اک معبود بنالینا اچھا ہے یا ایک ہی خدائے واحد و قہار کا ہو رہنا؟ یہ جو تم نے اپنی بندگی کے لئے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی ہیں، تو بتلاؤ؟ ان کی ہستی بجز اس کے کیا ہے کہ چند وہم ساز نام ہیں جو تم نے اور تمہارے بڑوں نے اپنی گمراہی سے گھڑ لئے اور مدت کی ضلالت ورسم پرستی نے ان کے اندر مصنوعی ہیبت ومرعوبیت پیدا کر دی ہے۔

حالانکہ خدا نے نہ تو ان کے اندر کوئی طاقت رکھی اور نہ ان کی معبودیت ومحبوبیت کے لئے کوئی حکم اتارا۔ یقین کرو کہ تمہاری غلامی کے یہ تمام مصنوعی بت کچھ بھی نہیں ہیں، حکم و سلطانی دنیا میں نہیں ہے، مگر صرف اللہ کے لئے، اس نے حکم دیا ہے کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسی کی۔ یہی انسان کی فطرتِ صالحہ کی راہ ہے اور اس لئے یہی دین قیم ہے۔

ایک سبق آموز مثال

اور دیکھو کہ اس نے انسان کی حریتِ صادقہ اور آزادیٔ حق کو کس طرح مثالوں کی دانائی میں سمجھایا:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُوْنَ (۱۶:۷۵)

اللہ ایک مثال دیتا ہے' یوں فرض کرو کہ ایک شخص ہے جو کسی دوسرے انسان کا غلام ہے۔ خود اسے کوئی اختیار حاصل نہیں۔ وہ اپنی کسی چیز پر باوجود یہ کہ اسی کی ہے، کچھ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ ہے۔

مگر اسکے مقابلہ میں ایک دوسرا آزاد خود مختار انسان ہے جس پر کسی انسان کی حکومت نہیں، اسے اپنی ہر چیز پر قدرت و اختیار حاصل ہے اور جو کچھ خدا نے دیا ہے، وہ اسے ظاہر و پوشیدہ، جس طرح چاہتا ہے، بے دھڑک خرچ کرتا ہے، تو کیا یہ دونوں آدمی ایک ہی طرح کے ہوئے؟ کیا دونوں کی حالت میں کوئی فرق نہیں؟ اگر فرق ہے تو پھر وہ کہ جس کا مالک صرف خدا ہی ہے اور وہ کہ اس کے گلے میں انسانوں کی اطاعت کے طوق پڑے ہوئے ہیں، دونوں ایک طرح کے کیسے ہو سکتے ہیں؟

اصل خوشی

پس اگر ربیع الاوّل کا مہینہ دنیا کے لئے خوشی و مسرت کا مہینہ تھا، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جس نے مسلمانوں کو ان کی سب سے بڑی نعمت یعنی ''خدا کی بندگی اور انسانوں کی آقائی'' عطا فرمائی اور اس کو اللہ کی خلافت و نیابت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک و محترم امانت ٹھہرایا۔ پس ربیع الاوّل انسانی حریّت کی پیدائش کا مہینہ ہے، غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے، خلافتِ الٰہی کی بخشش کا اولین یوم ہے، وراثتِ ارضی کی تقسیم کا اولین اعلان ہے۔ اسی ماہ میں کلمۂ حق و عدل زندہ ہوا اور اسی میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔

تم کیا ہو؟

لیکن آہ! تم کہ اس ماہِ حریّت کے ورود سے خوشیاں مناتے ہو اور اس کے لئے ایسی تیاریاں کرتے ہو، گویا وہ تمہارے ہی لئے اور تمہاری ہی خوشیوں کے لئے آیا ہے' خدارا

مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کی خوشی منانے کا کیا حق ہے؟ کیا موت اور ہلاکی کو اس کا حق پہنچتا ہے کہ زندگی اور روح کا اپنے کو ساتھی بنائے؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کی عقلیں نہ ہنسیں گی اور وہ زندوں کی طرح زندگی کو یاد کرے گی؟ ہاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے اندر دنیا کے لئے بڑی ہی خوشی ہے، لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کی طرح خوشیاں منائے؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ہو جس نے اپنے نفس کی غلامی، اپنی خواہشوں کی غلامی، ماسوائے اللہ رشتوں کی غلامی اور غیر الٰہی طاقتوں کی غلامی کی زنجیروں سے اپنی گردن کو چھپا دیا ہے۔ تم پتھروں کا ایک ڈھیر ہو، جو نہ تو خود حل ہوسکتا ہے اور نہ اس میں جان و روح ہے، البتہ چُور چُور ہوسکتا ہے اور ایک دوسرے پر پٹکا جاسکتا ہے۔ تم غبارِ راہ کی ایک مشت ہو، جس کو ہوا اڑا لے جائے تو اُڑ سکتی ہے ورنہ وہ خود صرف اس لئے ہے تا کہ ٹھوکروں سے روندی جائے اور جولانِ قدم سے پامال کی جائے:

فیا للرزیة و یا للمصیبة -!

گل گونۂ عارض ہے نہ ہے رنگِ حنا تُو
اَے خوں شدہ دل، تُو تو کسی کام نہ آیا!

غفلت و بے خبری کی انتہا

پھر اے غفلت کی ہستیو، اور اے بے خبری کی سرگشتہ خواب رُوحو! تم کس منہ سے اس کی پیدائش کی خوشیاں مناتے ہو جو حریّتِ انسانی کی بخشش، حیاتِ روحی و معنوی کے عطیہ اور کامرانی و فیروزمندی کی خسروی و ملوکی کے لئے آیا تھا؟ اللہ اللہ غفلت کی نیرنگی اور انقلاب کی بوقلمونی! ماسوائے اللہ کی عبودیت کی زنجیریں پاؤں میں ہیں، انسانوں کی مملوکیت و مرغوبیت کے حلقے گردنوں میں، ایمان باللہ کے ثبات سے دل خالی اور اعمالِ حقّہ

وحسنہ کی روشنی سے روح محروم! ان سامانوں اور تیاریوں کے ساتھ تم مستعد ہوئے ہو کہ ربیع الاوّل کے آنے والے کی یاد کا جشن مناؤ، جس کا آنا خدا کی عبودیت کی فتح، غیر الٰہی عبودیت کی ہلاکت، حریت صادقہ کا اعلانِ حق، عدالتِ حقہ کی ملوکیت کی بشارت اور امت عادلہ وقائمہ کے تمکن وقیام کی بنیاد تھا:

فَمَالِ هٰٓؤُلَاۤءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (٤:٧٨)

یادگار منانے کا استحقاق

پس اے غفلت شعارانِ ملت! تمہاری غفلت پر صد فغاں و حسرت اور تمہاری سرشاریوں پر صد ہزار نالہ و بکا، اگر تم اس ماہ مبارک کی اصلی عظمت وحقیقت سے بے خبر رہو اور صرف زبانوں کے ترانوں، درودیوار کی آرائشوں اور روشنی کی قندیلوں ہی میں اس کے مقصد و یادگاری کو گم کر دو تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ماہ مبارک امت مسلمہ کی بنیاد کا پہلا دن ہے، خداوندی بادشاہتِ کے قیام کا اوّلین اعلان ہے، خلافتِ ارضی و وراثتِ الٰہی کی بخشش کا سب سے پہلا مہینہ ہے۔ پس اس کے آنے کی خوشی اور اس کے تذکرہ و یاد کی لذت ہر اُس شخص کی روح پر حرام ہے، جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغامِ الٰہی کی تعمیل و اطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کی پیروی و تاسی کے لیے کوئی نمونہ نہیں رکھتا:

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(٣٩:١٧-١٨)

ماہ ربیع الاوّل کا اختتام

اور واقعۂ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ، لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں اور داعی لاَ اِلٰہ الا اللہ کی عظمت!

دنیا، عہدِ قدیم سے عظیم اِنسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال
ے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے، لیکن مظاہر عظمت کا تخیل حد درجہ
ائن ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق
ر اپنی اپنی نظر رکھتا ہے:

وَكُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اُس پر ایمان لائے ہیں۔
یص اور طماع اُس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولت منداُن پر ایمان رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کے
قط اُس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے اور اُس کے پجاری بھی موجود ہیں!

حُسن میں بھی عظمت ہے اور اُس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قدوقامت کے انسانوں کے سامنے ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔ شاید کوئی بھی اُس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ زمانۂ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ بنا رہا ہے۔ ہر شخص اُسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اُس کے لیے جدوجہد کرتا ہے، اُسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظماء کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیائے کرام کے ذِکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا کہ اُنہیں عظیم قرار دینے کی مبحث کرے۔ اس لئے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام کی شان اس سے بہت اَرفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور مادّی بڑائیوں کی ضلالت اندیشیوں سے اس درجہ پست ہو چکی ہیں کہ انسانیتِ اعلیٰ کے مظاہرِ علو و رفعت کے لیے ان کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھائی جا سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذاتِ اعظم و اکمل صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہو۔ اس نے کہہ دیا، سب آدمی ہم رتبہ ہیں، سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ اُس نے قبول نہیں کیا کہ انسان میں دو قسمیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ اُس کی نظر میں خوش حال اور بدحال، فقیر اور بادشاہ، سب برابر درجہ کے آدمی تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت، درحقیقت بلند نفسوں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی

جناب میں شرک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظماء کی پرستش کے لئے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دُنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی' حالانکہ وہ اُن کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ اُن کے قدموں پر لوٹی، مگر اُنہوں نے اُس سے منہ پھیر لیا اور اُس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیّت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں تاج وتخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر اُنہوں نے عبدیّت پسند کی اور غربت اختیار کی۔ اُن کی روحِ مقدس ومطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دُنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اُٹھائے جائیں:

درا ودتہ الجبال الشم من ذہب
عن نفسہ فارا ہا ایما شمم!

جو لوگ بادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں' اُنہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے، نہ اُنہوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ اُنہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہی قرار دے دیا جائے' تو اُن کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ۔ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریّت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال وجاہ دُنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، وہ دیکھ سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال ودولت سے تہی دست تھے۔ اُن کی دولتوں کا خزانہ، اُن کا فقر وفاقہ تھا!

جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ وجلال کے لئے نگاہِ ادب اور دِلِ عظمت سرار کھتے ہیں، اُنہیں مایوس ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی

جنگی فتح مکہ کی فتح تھی' جو اُس عہد میں بھی دُنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ تھا!

جو لوگ دنیا کے فلاسفہ، حکما اور موجدین کی عظمتوں کے آشنا اور اُن کی رفعتوں کے پرستار ہیں، اُن کے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ دُنیا کا صناعی لکھنا پڑھنا نہ تو انہوں نے سیکھا تھا اور نہ کسی نے انہیں سکھانے کی جُرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی' جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے اُن کی تعریفیں' سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی اُن کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی اُن کے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

ہر گز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اُن کی تاریخ لکھنے والوں کو اُن کی عظمت اِن حقیر مظاہرِ عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہیے اگرچہ دنیا انہی مظاہر پر مرمٹتی ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جویا ہے، اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مِل سکتی ہے جو وہ لائے تھے۔ اُسی کلمہ میں اُن کی پوری عظمت قائم ہے۔ اُسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی و سرمد، اَمٹ اور اٹل ہے۔

وہ کلمہ کیا ہے؟

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ!

مال و دَولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کے دنیاوی اعزاز کی عظمت، ان میں سے کوئی عظمت بھی' بلکہ یہ تمام عظمتیں مِل کر بھی' اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ میں پنہاں ہے!

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمہ ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ذکر کیا جائے؟ یہ ایک کلمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دُنیا کے تمام مزخرفات وتمتعات ہیچ تھے!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس دُنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر نہ جان سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ، دنیا سے ٹکرایا اور اُس میں زلزلہ پیدا کردیا۔ اُس وقت کے انسانی آداب وعادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہٰذا آداب وعادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اوہام وخرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہٰذا اوہام وخرافات کے پجاری اُس سے دست بگریباں ہوگئے۔ ظلم واستبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی' لہٰذا ظلم واستبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر دوڑ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اُس کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں' دولت مندوں کے جتھوں' عوام وخواص کے جتھوں...... تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دُنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوتِ قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گام زن ہے۔ اب بھی مستعدِ مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں اُسے آج تک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم وآلات کی جنگ نہیں حقیقت ومعنی کی جنگ! خون کی آرزومند جنگ نہیں' زندگی کی کارفرما جنگ!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمہ ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہوگا یا باطل ہوگا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے۔ حالانکہ وہ باطل نہیں ہے۔ تو عالمِ وجود سے اُسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظریے محو ہو گئے۔ علمِ حق اور عقلِ صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اُسی طرح غائب ہو جائے گا، جس طرح طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی ظلمتِ شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے...... حالانکہ وہ حق ہی ہے۔ تو علم و عقل حق کے انوار اُس کے لئے اِس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دِلوں میں اُتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امراء، فقراء سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دن ضرور آنے والا ہے' جب صرف علمِ حق ہی کی سلطنت ہو گی جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام، مدعیانِ علم باطِل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے' جب ایک عقلِ صادق وحقیقت اندیش ہی کی حکومت ہو گی۔ عقلِ انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی، اُس کا پُر جلال تخت، علمِ حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق، باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیّب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں رہے گا، صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کارسازِ فطرت کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہو گی!

حق و باطِل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایانِ دین کے خودساختہ دعووں اور مرعوب کُن دلیلوں سے۔ نام و نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں اور مقدس جمود تقلید کی راسخ الاعتقادیاں یہ تمام چیزیں، کہر کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں۔ جو علمِ حق کے نور کے دکھتے ہی فنا ہو جائے گا۔ بلکہ یہ محض ایک غوغا ہے۔ جو علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی' سکونِ موت

میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطانِ عظیم، نورانی تاجِ علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اُڑاتا! جلال ربانی کے ساتھ نمودار ہو گا اور جہل وظلمت کے تمام بُت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی کامل فتح مندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل کے بندھن ٹوٹیں اور یہ دونوں جبروتی قوتیں جہل وغرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر اس وقت تک جہل ووہم کے کثیف پردے پڑے ہوئے ہیں۔

ہاں، وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے' جب تنہا علم وعقلِ حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم وعقلِ حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دِن' صرف اُسی دِن' خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کر دے گا۔ سچائی کا بول بالا ہو گا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دِن کلمہ: لَاۤاِلٰہَ اِلَّاۤاللّٰہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سربلند چلے گا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہو گا۔ ایک طرف اُس کا عرش علم کے کاندھے پر ہو گا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہو گی۔ اُس دن سارا جہان بآنگ دہل شہادت دے گا: "لَاۤاِلٰہَ اِلَّاۤاللّٰہ !"

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم' ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمۂ: لا الہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اِس جہانِ فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہو گا نہ کبھی ہلاک ہو گا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد حق ہے، لہٰذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون الوہیت ہے، لہٰذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے

گا۔نظامِ کون بدل جائے گا۔تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی۔تمام فلسفے مِٹ جائیں گے۔تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔صرف ایک رب ذوالجلال والاکرام کی ذات باقی رہ جائے گی۔اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔اور اس لئے :کلمہ َلااِلٰهَ اِلاَّاللّٰه بھی باقی رہ جائے گا!اُس دِن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پورا ہو جائے گا۔تمام مخلوق صِدق دِل سے گواہی دے گی:

اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

استفسار

مجلسِ مُولد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

چند دنوں کے بعد ماہ ربیع الاوّل آنے والا ہے، جبکہ مولود شریف کی مجلسیں جا بجا منعقد ہوں گی، لیکن جس طریقہ سے یہ مجلسیں منعقد ہوتیں ہیں اور جو حالات و واقعات ان میں بیان کیے جاتے ہیں، معلوم نہیں جناب کا خیال اس بارے میں کیا ہے؟ لیکن میں تو اس کو نہایت افسوسناک سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ یہی حالات و واقعات ہیں جنہوں نے حضرت ربانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے متعلق مخالفین کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیے ہیں۔

ایک مدت سے میرا خیال تھا کہ ایک مختصر رسالہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں جمع کروں، جس کو مولود شریف کی مجلسوں میں پڑھا جائے۔ لیکن جس طرح کے حالات کا متلاشی تھا، وہ کہیں نہیں ملتے تھے۔ عرصہ ہوا ایک رسالہ منشی امیر احمد امیر مینائی نے شائع کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس میں حالاتِ زندگی ایک بہت بڑے عالمِ دین کی مدد سے لکھے گئے ہیں، لیکن اس کو بھی دیکھا از سرتا پا وہی قصے بھرے تھے۔

اس سال میں نے بطور مسودے کے ایک تحریر لکھی اور چند علمائے دین کو بغرض اصلاح سنائی، لیکن وہ اس امر پر نہایت برہم و ناراض ہوئے کہ ذکر ولادت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ واقعات اس میں نہ تھے، جو عام کتب مولود میں بیان کیے گئے ہیں۔ میں نے اس

میں سے ایک صاحب تصنیف عالم صاحب سے عرض کیا کہ کیا یہ واقعات مستند تاریخوں اور حدیث کی کتابوں میں لکھے ہیں؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ "یہ تمام واقعات و معجزات صحیح ہیں، جن کو تمام مؤرخین و محدثین نے ہمیشہ بیان کیا ہے۔ بڑے بڑے علمائے دین اور اکابر اسلام نے ان کی تصدیق فرمائی ہے اور ان کو پڑھا ہے اور مجلسوں میں سنا ہے۔ البتہ آج کل کے نیچریوں اور لامذہبوں کو ان کے ماننے میں تامل ہے، کیونکہ انگریزی کی کتابوں میں یہ مرقوم نہیں۔

آپ ہمیشہ ہم انگریزی دانوں کو الحاد اور مذہبی غفلت کا الزام دیتے ہیں، لیکن جس انداز اور طریقے سے دیتے ہیں، اس کی وجہ سے ہم نہایت خوش ہیں اور آپ کو اپنا خیر خواہ اور مصلح سمجھتے ہیں، لیکن خدا کے لئے اس بارے میں میری تشفی کر دیجئے کہ آیا یہ واقعات واقعی مستند کتابوں میں مرقوم ہیں؟ اور ان میں شک کرنا نیچریت اور مذہب سے کنارہ کشی ہے؟ اگر واقعی ایسا ہی ہے تو انصاف کیجئے کہ کیا یہ واقعات عقل میں آتے ہیں؟ اور ان کو آج کل کوئی تسلیم کر سکتا ہے؟ معاف فرمایئے گا، اگر ایسے ہی واقعات سنا کر آپ ہم کو دینی جذبات سے برگشتگی کا الزام دیتے ہیں تو دیجئے، ہماری سمجھ میں تو واقعات نہیں آتے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ایک مرغ سفید نمودار ہوا اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے آیا نیز اس شب کو تمام جانوروں اور پرندوں نے گفتگو کی۔

۲۔ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولادت سے پہلے آنا اور بشارت دینا۔

۳۔ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوا تو دو سو عورتیں رشک سے مر گئیں۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن آتش کدۂ ایران بجھ گیا، قصرِ نوشیرواں کے کنگرے گر گئے اور خانہ کعبہ کے بت اوندھے ہو گئے۔

۵۔ ولادت کے بعد حضرت کچھ دیر کے لئے غائب ہو گئے اور پھر کسی نے بہشتی کپڑوں

میں لا کر رکھ دیا۔

۶۔ روشنیوں کا نمودار ہونا اور عجیب عجیب آوازوں کا سنائی دینا۔

(احمد حسین خان بی۔اے)

احادیث ضعیفہ وموضوعہ

آپ کا جوشِ دینی ومحبتِ ایمانی وفکرِ اصلاحِ مجالسِ ذکرِ مولودِ، مستحقِ تحسین ولائقِ تشکر ہے فجزاکم اللہ تعالیٰ۔

آپ نے ایک نہایت اہم اور ضروری بحث چھیڑ دی۔ جی چاہتا ہے کہ بلا تامل صفحے کے صفحے لکھ جاؤں، لیکن افسوس کہ وقت اور گنجائش سے مجبور ہوں۔ لہٰذا چند کلماتِ ضروریہ پر اکتفا کرتا ہوں:

فضیلت مجالس ذکر (صلی اللہ علیہ وسلم)

مولود کی مجالس کا عجیب حال ہے۔ مقصدِ مجلس کے لحاظ سے دیکھئے تو فقیر کے اعتقاد میں اس سے زیادہ اہم، عظیم المنفعت اور قوم کے لئے ذریعہ ارشاد وہدایت اور کوئی اجتماع نہیں۔ لیکن طریق انعقاد پر نظر ڈالئے تو اجتماعی ومجلسی قوتوں کے ضائع کرنے کی بھی اس سے زیادہ اور کوئی افسوسناک مثال نہیں ملے گی۔ اسلام ایک تعلیم تھی اور اس تعلیم کا عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (۲۱:۳۳)

بیشک رسول اللہ کی زندگی میں ان لوگوں کے لئے پیروی اور اتباع کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ جو اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے اور بکثرت یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے اور ذکر کرنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ اس صاحبِ خلقِ عظیم کا اخلاق کیا تھا؟ فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ القرآن (حدیث مبارکہ)

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق دیکھنا ہے تو قرآن دیکھ لو۔

کہ اس "کتابِ مرقوم" کا وہ ایک ظلِ مجسم اور اس کے عملی نمونے کی ایک "لوحِ محفوظ" ہے:

و فی ذالک فلیتنا فس المتنافسون[1] (۱۸:۸۳)

اصل مقصد کیا تھا؟

پس مولود کی مجلسوں کا اصل مقصد یہ ہونا ہے کہ وہ اس "اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے جمالِ الٰہی کی تجلی گاہیں ہوتیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالات زندگی سنائے جاتے، ان کے اخلاقِ عظیمہ اور خصائلِ کریمہ کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دی جاتی اور ان کے اعمال دلوں میں شوق و ولولہ پیدا کیا جاتا، جو ایک "مسلم و مومن" زندگی کے کریکٹر کا اصلی مایۂ خمیر ہیں اور جن کے اتباع نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی زندگیوں کو اس درجہ تک پہنچا دیا تھا کہ فرمانِ الٰہی نے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

کی صدائے محبت سے ان کی مدح سرائی اور اتباعِ محبوب نے ان کو خود محبوب بنا دیا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۳:۳۱)

اے پیغمبر! مدعیانِ محبتِ الٰہی سے کہہ دو کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو

میرا اتباع کرو (اگر تم نے ایسا کیا تو تم کو اللہ کی محبت کے دعویٰ کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ) خود اللہ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا۔ وہ نہایت مہربان بخشنے والا ہے۔

اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ ان مجالس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے سعادت کونین کا ذریعہ اور کیا تھا؟ یہ تمام کانفرنسیں اور انجمنیں جن کا چاروں طرف ہنگامہ بپا ہے، ایک طرف اور اس مجلس کا ایک لمحہ ایک طرف، جو اس اسوۂ حسنہ کے نظارے میں بسر ہو۔ ہماری مجلسیں اسی ذکر کے لئے ہونی چاہیئں اور ہماری آنکھیں اسی جمالِ جہاں آراء کے نظارے کے لئے:

خدا سر دے تو سودا دے تیرے زلف پریشاں کا

ولنعم ماقیل:

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذ ارند و خم طرۂ یارے گیرند!

صورت قائم حقیقت مفقود

لیکن بدبختی یہ ہے کہ ہمارے اعمال کی صورتیں مسخ نہیں ہوئی ہیں۔
مگر حقیقت غارت ہوگئی ہے۔ قومی تنزل کے معنٰی یہی ہیں کہ تمام قومی و دینی اشتغال بظاہر قائم رہتے ہیں۔ لیکن ان کی روح مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ہماری مسجدیں اُجڑ گئیں ہوں، کتنے جھاڑ اور فانوس ہیں، جن سے مسجدیں بقعۂ نور بنائی جاتی ہیں؟ مگر رونا یہ ہے کہ دل اُجڑ گئے ہیں اور یہ وہ بستی ہے کہ جب یہ ویران ہو جائے تو پھر آبادی کہاں؟

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ! تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے!

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ

(٤٦:٢٢)

مجھے کیا کہنا تھا اور کیا کہنے لگا۔ بہر حال مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھا، جس کی صورت تو قائم ہے، مگر حقیقت مفقود ہے۔ محض ایک رسمی تقریب ہے جو شغل اور رسمی صحبتوں کے لئے ضروری سمجھ لی گئی ہے اور امراء و روٴساء نے تو اپنی نمائش اور ریاء دولت کا اس کو بھی ایک ذریعہ بنالیا ہے۔

روایات ضعیفہ و قصص موضوعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالاتِ زندگی اور انقلاباتِ عظیمہ کے بیان کی جگہ (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے واقعہ نے مشرق و مغرب میں پیدا کر دیئے ہیں) کتنے افسوس کی بات ہے کہ محض چند روایاتِ ضعیفہ و قصصِ موضوعہ کے بیان کرنے پر اتنے بڑے ملی و دینی جذبے کو قربان کر دیا جاتا ہے؟ اور پھر اگر محض طبقۂ عوام کا یہ حال ہو تو قابل شکایت نہیں، لیکن تعجب اور صد ہزار تعجب ہے اس بو العجبی پر کہ صدہا علمائے ملت ہیں جو باوجود ادعائے رسوخ حدیث و سیر یہ وسعتِ نظر و علم، ان روایات کو خاموشی کے ساتھ سنتے ہیں، خود پڑھتے ہیں اور لوگوں سے پڑھواتے ہیں مگر ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے دل میں تحقیق و تفتیش کی جنبش پیدا نہیں ہوتی:

ان هذا من اعاجيب الزمن

کاش! جس قدر بحث نفسِ انعقاد اور مجلس کے سنت و بدعت ہونے کی نسبت کی گئی ہے، وہ اس مجالس کی اصلاح حال کے لئے کی جاتی۔ وہ تمام چیزیں جو قوم میں شوق و شغف کے ساتھ موجود ہوں درحقیقت ایک قوت ہیں، پس سب سے اوّل کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اسٹیم کو ضائع کرنے کی جگہ اس سے مفید کام لیا جائے۔ البتہ اگر اصلِ کار ہی جادۂ شریعت سے

منحرف ہو اور صورت اصلاح مفقود، تو پھر اس کے استیصال کی کوشش امر بالمعروف میں داخل اور ناگزیر ہے۔

غفلت و مداہنت علماء و تشدد بے محل

ہزار تعجب ہے اس عالمِ صاحب تصنیف و تالیف کے دعویٰ علم پر، جس کے جواب کے بعض جملوں کو آپ نے نقل کیا ہے۔ درحقیقت یہی وہ مذہب کے نادان حامی ہیں، جن کی دوستانہ حمایت، ہمیشہ دشمنوں کی مخالفت سے زیادہ مذہب کے لئے مضر رہی ہے۔ جن روایات کی نسبت آپ نے تحقیق چاہی تھی، ان کا انکار نہ تو نیچریت ہے اور نہ الحاد، بلکہ عین شیوۂ اسلام و ایمان ہے اور ہر صاحب نظر، جس کو فن حدیث و سیر سے کچھ بھی خبر ہوگی، ایک لمحہ کے لئے بھی ان روایات کو تسلیم نہیں کرے گا۔

آپ اس سعی و کوشش کے لئے مستحقِ تحسین تھے، افسوس کہ اس نادان مدعی علم نے تشددِ مذہبی کا بے جا استعمال کیا۔ حالانکہ جو محل استعمال ہیں، ان کی ہمارے علماء خبر بھی نہیں لیتے۔

بہت سے لوگ ہیں جو تشددِ مذہبی اور تعصبِ دینی کو علمائے حال کی طرف منسوب کرتے ہیں اور پھر برسوں سے اس پر رو رہے ہیں، لیکن میں اسے صحیح نہیں سمجھتا۔ مجھ کو تو شکایت ہے کہ جس قدر تشدد مذہبی علماء میں ہونا چاہیے افسوس ہے کہ نہیں ہے۔ صدہا امور ایسے ہیں جن میں صاف طور پر ان کے اعلان سے دانستہ اعراض کیا جا رہا ہے۔ البتہ چند چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی ہیں، جن میں تشدد کا اظہار ہوتا ہے، مگر چونکہ یہ اظہار بے محل ہوتا ہے، اس لئے محض رائیگاں جاتا ہے، بلکہ اکثر موقعوں میں اور مضر ہوتا ہے۔

ایک بہت بڑا نکتۂ عمل یہ ہے کہ ہر قوت کا استعمال اس کے صحیح محل میں ہو۔ آپ اسٹیم کو جس سے سمندروں میں جہاز، خشکیوں پر ریل اور کارخانوں میں مشینیں چلتی ہیں،

ٹاٹ کی بوریوں میں بھر کر غبارہ بنانے کی کوشش نہ کیجئے۔ ورنہ آپ کی قوت اور سعی، دونوں رائیگاں جائیں گی۔

یہ اس ذکر کے چھیڑنے کا وقت نہیں، ورنہ بجائے خود یہ ایک داستانِ طولانی ہے۔ اپنی مصیبتوں کا حال یہ ہے کہ چادر کا کوئی گوشہ دھبے سے خالی نہیں۔ کس کس چیز کو بیان کیجئے، کس کس کے حال پر روئیے اور پھر اتنا وقت کہاں سے لائیے؟

آسودہ شے باید و خوش مہتابے
تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

معیارِ تصدیق وتغلیط واصولِ نقدِ روایت

لیکن ان روایات کی صحت و عدمِ صحت کی نسبت ضمناً جن خیالات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے، افسوس کہ فقیر اس سے متفق نہیں۔ وہ ایک نہایت خطرناک اصولی غلطی ہے، جس میں زمانۂ حال کے مدعیانِ تحقیق واجتہاد اور رہروانِ جادۂ تطبیقِ عقل ونقل، برسوں سے مبتلا ہیں۔ آپ نے بار بار اس سوال کو دہرایا ہے کہ "اگر یہ روایات صحیح ہیں تو کیا عقل میں آ سکتی ہیں؟" جواباً گذارش ہے کہ روایات تو یقیناً صحیح نہیں ہیں، لیکن یہ اصول بھی کب صحیح ہے کہ جو واقعہ آپ کی عقل میں نہ آئے، وہ یکسر غلط و موضوع ہے؟

آپ بلا تامل پوچھیے کہ یہ واقعات اصولِ فنِ روایت کی بناء پر کہاں تک صحیح اور قابل قبول ہیں؟ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اتنا پوچھ لینا ہی آپ کے مقصد کے حصول کے لئے کافی ہے، لیکن یہ کہاں کا اصولِ تحقیق اور معیارِ تمیزِ حق و باطل ہے کہ واقعہ کی صحت کے لئے پہلی شرط آپ کی عقل کی تصدیق ہے؟ آپ لوگ آج کل بے تکلف یہ جملہ کہہ دیا کرتے ہیں، مگر نہیں سمجھتے کہ یہ کیسی خطرناک سوفسطائیت کی راہ ہے، جو اس طرح آپ کے سامنے کھل جاتی ہے۔ ہر واقعہ کی صحت و عدمِ صحت کے لئے پہلی چیز اصول

روایت اور صحتِ نقل کی شرائط کا اجتماع ہے اور بس نہ کہ زید وعمر کی عقل میں آنا۔ مجھ کو یقین نہیں کہ مارکونی ٹیلیگرام کو آپ کی عقل تسلیم کرتی ہو اور غالباً آپ نے اب تک اس کا عینی مشاہدہ بھی نہ کیا ہوگا، لیکن اوّل مرتبہ جب اس ایجاد کی خبر یورپ کے کسی مستند پرچے میں دیکھی ہوگی اور تمام اخباروں میں اس کی شہرت کا غلغلہ مچا ہوگا، تو فرمایئے، آپ نے اس کی تصدیق کی تھی یا انکار؟

صحیح راہ عمل

آپ کو معلوم نہیں کہ یہی وہ سرحد ہے جہاں سے (باوجود اتحادِ مقصد واصول) مجھے آجکل کے مصلحین مذہب سے الگ ہو جانا پڑتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ جس حدیث اور جس روایت کو اپنے خود ساختہ معیارِ عقلی سے ذرا بھی الگ پاتے ہیں، معاً اس سے انکار کر دینے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں اور پھر اس انکار محض کو "تطبیق منقول و معقول" کے مرعوب کن لفظ سے تعبیر کرنے کے علانیہ تمسخر سے نہیں شرماتے:

وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّالَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ (۱۵:۲٤)

حالانکہ اگر ان کو علوم دینیہ کے حصول کا موقعہ ملا ہوتا اور علم وفن پر نظر ہوتی، تو وہ دیکھتے کہ اسی مقصد کو اصولِ فن کے ساتھ چل کر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

کیا ضرورت ہے اس کی کہ ان روایات کی محض اس وجہ سے تغلیط کر دی جائے کہ وہ ہماری عقل میں نہیں آتیں، جبکہ ہم اصول مقررہ حدیث وآثار وطریق جرح وتعدیل روایت وتحقیق ونقدِ روایت وشہادت موثقہ اربابِ علم وفن کی بنا پر بغیر ادنیٰ دِقت کے ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ روایات ہی پایہ اعتبار سے ساقط ہیں اور اصول فن سے لائق احتجاج نہیں اور اس طرح بغیر سررشتہ اُصول کو ہاتھ سے دیئے، اسی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

انکار کی جداگانہ بنیادیں

معلوم نہیں آپ نے میری گذارش کو سمجھا بھی یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ بہت سی باتیں ہیں جن سے انکار کرنے میں ممکن ہے کہ آپ کے مصلحین حال اور ہم متفق ہوں، لیکن پھر بھی ہم میں اور ان میں بعد المشرقین ہے۔ وہ محض اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ ان کی عقل میں نہیں آتی اور ہم اس لئے انکار کرتے ہیں کہ اصول فن سے ان کا قابل تسلیم ہونا ثابت نہیں:

فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۸۱:۶)

آپ کہیں گے کہ نتیجہ دونوں کا ایک ہے، میں کہوں گا کہ منزل تک پہنچنے ہی پر سفر کی کامیابی موقوف نہیں ہے، بلکہ بہت کچھ راہ سفر کے تعین وانتخاب پر:

وشتان ما بین خل وخمر

آج کے مصلحین اور علمائے حق

آپ کو نہیں معلوم، صدہا باتیں ہیں کہ آجکل کے مصلحین بھی کہتے ہیں اور انہی کو امام غزالی اور شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہما نے بھی کہا ہے، مگر پھر دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایک سے الحاد پرورش پاتا ہے اور دوسرے سے مذہب کو تقویت ہوتی ہے، حالانکہ مقصود پہلی جماعت کا بھی تقویتِ مذہب ہی ہے۔ یہ فرقِ حالت بھی زیادہ تر اسی اختلافِ طریق کا نتیجہ ہے۔ آپ لوگوں کو شکایت ہے کہ علماء آج کل کی چیزوں پر متوجہ نہیں ہوتے۔ یہ سچ ہے، مگر اس کو بھی تو دیکھئے کہ آپ لوگوں نے ان کی نظروں کو متوجہ کرنے ہی کا کون سا سامان کیا ہے؟ لوگ دیکھتے ہیں کہ جس چیز کو آپ ''تطبیقِ عقل ونقل'' کہتے ہیں، وہ صرف ایک تیز وبرق خرام قینچی ہے، جس کو آپ نے اٹھایا اور بے تکان قطع وبرید شروع کر

دی۔ نہ علم وفن سے مس ہے، نہ اصول وقواعد کی خبر ہے، نہ کتابوں پر نظر ہے اور نہ اِس زبان سے واقفیت ہے، جس سے قرآن وحدیث کو الگ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پھر وہ آپ کی وقعت کریں تو کیا کریں؟

گو میں اپنے عقیدے میں اس اغماض کو بھی علما کی ایک سخت غلطی سمجھتا ہوں اور بیانِ وجوہ کا یہ موقع نہیں، تاہم اگر وہ اپنے اغماض کی یہ توجیہہ کریں تو آپ کیا جواب دیں گے؟

میں جو ہمیشہ (شیخ محمد عبدہٗ) اور ان کے متبع طریقت (سید رشید رضا) کی تعریف کرتا ہوں تو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بہ نسبت ہندوستان کے مصلحین جدید کے اس نکتے کا زیادہ خیال رکھا ہے، حالانکہ ضرورت ان کے سامنے بھی وہی تھی، جو یہاں درپیش ہے۔

قصاص

اب آپ اپنے سوالات کا جواب لیں، عقل وتفلسف کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں، سرے سے یہ تمام روائتیں ہی از قبیلِ قصص وحکایات موضوعہ ہیں، جن کا کتب معتبرہ حدیث میں نام ونشان تک نہیں۔

طبقۂ محدثین وجماعت قصاص ووعاظ

بس تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، مگر چند الفاظ کہوں گا۔ یہ کیسی سخت بدبختی کی بات ہے کہ آج مسلمانوں میں جن چیزوں کی سب سے زیادہ شہرت اور عوام وخواص میں جو بیانات سب سے زیادہ مقبول ہیں، وہی سب سے زیادہ غیر معتبر اور نا قابل تسلیم بھی ہیں۔ یہ حال ہر علم وفن کا ہے۔ تاریخ میں وہی کتابیں اور انہی کتابوں کی حکایات مشہور ومقبول ہیں، جن کے بعد ہمارے یہاں خرافات واکاذیب کا کوئی درجہ نہیں۔ سیر وفضائل میں بھی انہی

کتابوں کو قبول عام حاصل ہے، جن کے مصنف محدثین کی جگہ قصاص وواعظین تھے۔سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ قدماء کی کتابوں پر نظر نہیں اور ہر علم وفن میں تمام تر دارومدار متاخرین پر ہے۔ یہ لوگ محض حاطب اللیل تھے اور چند کتابوں سے رطب ویابس روایات کو کسی ترتیب تازہ کے ساتھ جمع کر دینا ہی ان کی قوتِ تصنیف کا سدرۃ المنتہیٰ تھا۔

میں نے دو مرتبہ ''قصاص واعظین'' کا لفظ کہا، یعنی مذہبی قصص و حکایات سے گرمی محفل کا کام لینے والے واعظ۔ فی الحقیقت یہ طبقہ ہمارے یہاں ابتداء سے سرچشمۂ موضوعات ومبدء جمیع اقسام افتراء ومکذوبات وینبوع خرافات وحکایات رہا ہے۔ یہ لوگ اپنے وعظ و بیانات کو انظار عوام میں دلفریب و پرکشش بنانے کے لئے مجبور تھے کہ قصص و حکایات کی تلاش وجستجو میں رہیں اور اگر میسر نہ آئیں تو خود وضع کریں:

يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ

(۷۹:۲)

پھر یہ لوگ اسی طرح کی تمام روایتوں کو شاعرانہ اغراق وتغلب اور داستان طرازانہ اضافہ وتحشیہ کے ساتھ اپنی مجلسوں میں بیان کرتے تھے اور رفتہ رفتہ مرض متعدی ہو جاتا تھا۔ علی الخصوص متاخرینِ ایران میں سے بعض لوگوں نے وعظ گوئی کو ایک مستقل فن بنا دیا اور چونکہ قابل اور اہل قلم بھی تھے، اس لئے اپنی مجالس کو کتب سیر وقصص کی صورت میں مدون بھی کر دیا:

ضلو ا فا ضلو افویل لھم و لا تبا عھم

مثلاً ملا (حسین واعظ کاشفی) اور (ملا معین الدین ہروی) انہی لوگوں میں سے تھے۔ علی الخصوص آخرالذکر شخص، جو فی الحقیقت انشا پردازی، حکایت طرازی واقتباسِ روایات ضعیفہ وموضوعہ، تاویلاتِ رکیکہ قرآن وسنت وعبور ورسوخ اسرائیلیات وروایات یہود میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔

مولود کی اردو کتابوں کے مآخذ

شاید بہت سے لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ آج اردو زبان میں جس قدر مولود لکھے گئے ہیں اور رائج ہیں، وہ سب کے سب بے واسطہ یا بالواسطہ اسی (ملا معین الدین ہروی) کی کتابوں معارج النبوۃ، تفسیر سورۂ یوسف موسوم بہ نقرہ کار، قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام موسوم بہ اعجاز موسوی وغیر ہائے سے ماخوذ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان کتابوں میں بعض حصے نہایت دلچسپ اور قابل دید ہیں، مثلاً وہ صوفیانہ و عارفانہ لطائف و نکات آیات و احادیث جو اقوال و مرویات صوفیا سے لئے گئے ہیں، یا خود اس نے پیدا کئے ہیں، لیکن تاہم ان لطائف کو کیا کیجئے کہ اصل موضوع ہی سرتاسر ینبوع خرافات ہے۔

یہ لوگ ان میں سے اکثر چیزوں کے خود موجد نہ تھے بلکہ اپنی جماعت کے پیش رو افراد کے متبع، لیکن فارسی میں لکھ کر اور کتب مجالس و وعظ کو شائع کر کے ان لوگوں نے تمام موضوعات و خرافات کو ایران و ہند میں پھیلا دیا اور چونکہ عوام بالطبع اس غذا کے خواہاں ہیں، بغیر کسی دقت کے ان کو قبول عام حاصل بھی ہو گیا۔ والقصۃ بطولہا۔

قصص کتب مولود کا سرچشمہ اوّل

آپ نے جن روایات کی نسبت استفسار کیا ہے (آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ) ان میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے، جو اُصولِ فنِ حدیث کی بناء پر صحیح تسلیم کیا جا سکے اور جس کو کتبِ معتبرہ محدثین میں روایت کیا گیا ہو۔ (صحاح) ان قصص سے خالی ہے۔ عام مسانید و معاجم اور مصنفاتِ مشہورہ میں بھی کوئی لائق احتجاج ثبوت نہیں ملتا۔ حافظ سیوطی نے (جمع الجوامع) میں جمع احادیث کا پورا التزام کیا ہے، لیکن یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان

روایات کا اس میں کہیں پتہ نہیں! (کنز العمال) میں متعدد ابواب تھے، جہاں یہ روایات آ سکتی تھیں، مثلاً (معجزات من قسم الاقوال) کے باب (اعلام و دلائل نبوت) میں لیکن ایک اثر بھی وہاں درج نہیں کیا گیا۔ (قسم الافعال) میں ولادت کا مستقل باب موجود ہے، مگر وہ نہایت مختصر ہے اور صرف چند آثار، تاریخ و ایامِ ولادت کے متعلق پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان واقعات کا کہیں ذکر نہیں۔ معجزاتِ ولادت میں صرف دو چار روائتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختون پیدا ہونے کی نسبت البتہ درج کی گئی ہیں، لیکن وہ تمام تر (ابن عساکر) کی ہیں، جن کی نسبت علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ:

و فیها احادیث کثیرة ضعیفة موضوعة وهینة

اور پھر ان سب کے راویٔ اوّل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اس لئے تمام روایات ولادت کی طرح یہ روایات بھی منقطع ہے، پس قابلِ احتجاج نہیں [۳]۔

کنزل العمال کے باب (قسم الافعال) میں (دلائل و اعمالِ نبوت) کے عنوان کے نیچے دو تین طول طویل روائتیں (ابن عساکر) وغیرہ سے لے کر درج کی گئی ہیں، جن میں نہایت بے سروپا قصے بیان کئے ہیں اور یقیناً یہ قصے موضوع ہیں۔ تاہم ان میں بھی ان واقعات ولادت کا کہیں پتہ نہیں [۴]۔

روایات ثلاثہ حافظ ابو نعیم اصفہانی

پس دراصل ان قصص کا سرچشمہ وحید اور مبدءِ اوّل وہ تین طول طویل حدیثیں ہیں، جن کو ابو نعیم صاحبِ ''دلائل'' نے عمرو بن قتیبہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خود حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے روایت کیا ہے اور یہی روایات ہیں، جن کا آگے چل کر قصاص و مجلس آراء واعظوں نے اپنی گرمیٔ مجلس کے لئے استعمال کیا اور پھر تمام قصص و حکایات اور دیگر کتبِ سیرِ متاخرین میں داخل ہو گئیں؟

شیخ جلال الدین سیوطی نے ''خصائص کبریٰ'' کی پہلی جلد میں ان تینوں روایتوں کو نقل کیا ہے۔ان میں سے ہر روایت ایک ایک صفحہ کی ہے۔پوری نقل نہیں کر سکتے ضروری ٹکڑے حسب ذیل ہیں:

قتیبه کی روایت

واخرج ابو نعيم عن عمروبن قتيبه، قال سمعت ابى وكان من اوعية العلم قال لما حضرت ولادة آمنه قال الله الملائكة افتحوا ابواب السماء كلها و ابواب الجنان كلها، و امرالله الملائكة بالحضور، فنزلت تبشر بعضها و تطاولت جبال الدنيا وار تفعت البحار و تباشر اهلها، فلم يبق ملك الحضر، و اخذ الشيطان فغل سبعين غلا والقى منكر سا فى لجة البحر الخضراء، و غلت الشياطين والمروه، والبست الشمس يومئذ نورا عظيما، واقيم على راسها سبعون الف حوراء فى الهواء ينتظرون ولادة محمد صلى الله عليه وسلم۔ وكان قد اذن الله تلك السنة لنساء الدينا ان يحملن ذكورا كرامة محمد صلى الله عليه وسلم وان لا تبقى شجرة الا حملت ولا خوف الا عادا امنا فلما ولد النبى صلى الله عليه وسلم امتلاء ت الدنيا كلها نورا و تبا شرت الملائكة و ضرب فى كل سماء عمود من زبر جد و عمود من ياقوت قد استناربه فهى معروفة فى السماء ــــ و نكست الاصنام كلها وا ما اللات والعزى،

فانھما خرجاً من خزا نتھا وھما یقولان "ویح قریش جاء ھم الامین جاء ھم الصدیق" (حدیث مبارکہ)

ابونعیم نے عمر بن قتیبہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ بہت بڑے عالم تھے، فرماتے ہیں کہ جب آمنہ کے ہاں ولادت کا سلسلہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ آسمان اور بہشت کے تمام دروازے کھول دو اور فرشتوں سے فرمایا کہ تم بھی وہاں پہنچو۔ فرشتے نازل ہوتے تھے اور ایک دوسرے کو خوش خبری دیتے تھے۔ پہاڑ زیادہ اونچے ہو گئے اور سمندروں کا پانی بھی بلند ہو گیا۔ کوئی فرشتہ ایسا نہیں تھا جو وہاں نہ پہنچا ہو۔ شیطان کو ستر طوق ڈالے گئے اور اُسے بحرِ اخضر میں منہ کے بل ڈال دیا گیا۔ باقی سرکش شیطانوں کو بھی طوق ڈالے گئے۔ سورج کو بڑا نور عنایت ہوا۔ ستر ہزار حوریں ہوا میں کھڑی کی گئیں جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی منتظر تھیں۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کے لئے تمام عورتوں کو بیٹے عنایت کئے۔ جتنے درخت تھے سب ہی پھل لائے۔ جہاں بھی کسی قسم کا خوف تھا وہاں امن ہو گیا۔ حضرتؐ کے پیدا ہوتے ہی دنیا نور سے بھر گئی۔ فرشتوں نے باہم خوشخبری دی۔ ہر آسمان پر زبرجد اور یاقوت کے ستون کھڑے کئے گئے۔ آسمان منور ہو گیا۔ بتوں نے سر ڈال دیئے۔ لات اور عزیٰ اپنی جگہوں سے یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے کہ قریش کی کم بختی امین اور صدیق تشریف لے آئے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

واخرج ابو نعیم عن ابن عباس قال: کان مِنْ ولا لات حمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کل دآبۃ کانت

لقریش نطقت تلك الیلة۔۔۔ولم تبق کاهنة فی قریش ولا
فی قبیلة من قبائل العرب الا حجبت عن صاحبتها،
وانتزع علم الکهنة منها، ولم یبق سریر ملك من مکون
الدنیا الا اصبح منکو ساً والملك مخرسا، لا ینطق یومه
ذالك، و مرت وهش المشرق الی وحش المغرب
بالبشارات۔۔۔ وفتح اللّٰه لمولده ابواب اسماء وجنانه
فکانت اٰمنة و تحدث عن نفسها و نقول "اتانی اٰتٍ حین
مربی من حمله ستة اشهر فوکز نی برجله فی المنام و قال
لی یا اٰمنة! انك قد حملت بخیرالعالمین طراً فاذا ولدتیه
فسمیه محمداً" فکانت تحدث عن نفاسها و تقول "لقد
اخذ نی ما یا خذا النساء ولم یعلم بی احد من القوم
فسمعت وجبة شدیده وامرا عظیما فها لنی ذلك، فرأیت
کان جناح طیر ابیض قد مسح عل فوادی فذهب عنی
کل رعب وکل رجع کنت اجد ثم التفت فاذا انا بشریة
بیضاء لبنا و کنت عطشیٰ فتنا و لتها شربتها فاضاء منی
نور عال، ثم رأیت نسوة کا لنخل الطوال، کان هن من
نبات عبد مناف یحد قن بیَ بینا انااعجب واذا بد یباج
ابیض قد فیناف مدبین السماء والارض، و اذا بقائل
یقول خذ ممن اعین الناس قالت ورأیت رجالا قد و قفوا
فی الهواء بایدیهم اباریق فضة ورأیت قطعة من الطیر قد
اقبلت حتیٰ عظمت حجری مناقیرها من الزمرد
واجنحتها من الیواقیت فکشف اللّٰه عن بصری و البصرت

تلك ساعة مشارق الارض و مغاربها۔ ثم رأيت محابة بيضاء قداقبلت من السماء حتى عشية نغيب عن وجهي و سمعت منادياً ينادي "طرفوا بمحمد شرق الارض و غربها واد خلوها البحار ليعرفوه باسمهٖ و نعتة و صورتة"۔ ثم تجلت عنه في السرع وقت فاذا انا به مدرج في ثوب صوف ابيض و تحته حريرة خضراء و قد قبض على ثلاثا مفاتيح النصرة و مفاتيح من اللوء لوء الرطب و اذا قائل يقول "قبض محمد على مقاشيخ الريح و مفاتيح النبوة" ثم اقبلت سحابة اُخرىٰ يسمع منها صهيل الخيل و خفقان الا جنحة حتّٰى غشية فغيب عن عيني،فسمعت مناديا ينادي "طرفوا بمحمدٌ الشرق والمغرب وعلىٰ مواليد النبيين، واعرضوه علے كل روحاني من الجن والانس والطير و السباع"۔ وذا انا بثلاثة نفرفي يد احدهم ابريق من فضة و في يد الثاني طست من زمرد اخضرو في يد الثالث حريرة بيضاء فنشرها فاخرج منها خاتما تحار البصار الناظرين دونهٗ، نغسلهٗ من ذلك الابريق سبع مرات ثم ختم بين كتفيه بالخاتم ولفه في الحريرة ثم حمله فاد خله بين اجنحته ساعة ثم رده الى"۔(حديث مباركه)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پیٹ میں آنے کی نشانی یہ تھی کہ اس رات قریش کے پاس جو جانور بھی تھا وہ بولنے لگا۔ قریش اور دیگر قبائل عرب کی تمام کاہن عورتیں نا پید ہو

گئیں۔ علم کہانت ان سے چھین لیا گیا۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اوندھے پڑ گئے اور تمام بادشاہ دن بھر گنگ ہو گئے اور مشرق سے مغرب تک وحشی جانور بھی ایک دوسرے کو خوشخبریاں دیتے تھے۔ حضرت کی پیدائش پر اللہ تعالٰی نے آسمان اور بہشت کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت آمنہ کا بیان ہے کہ جب میرے حمل پر چھ مہینے گزر گئے تو خواب میں کسی نے مجھے بلایا اور کہا۔ اے آمنہ! تیرے پیٹ میں تمام جہانوں میں بہترین شخص ہے پیدا ہونے کے وقت ان کا نام محمد رکھنا۔ فرماتی ہیں مجھ پر بھی وہ کیفیت طاری ہوئی جو عورتوں پر ہوتی ہے اور میں خوفزدہ ہوگئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید رنگ کا پرندہ ہے۔ اس نے اپنا پر میرے دل پر رکھا تو مجھ سے تمام خوف اور درد دور ہو گیا۔ پھر دیکھتی ہوں کہ سفید دودھ موجود ہے میں پیاسی تھی میں نے پیا۔ میرے اندر سے ایک نور اُٹھا۔ پھر میں نے بڑی بڑی قد آور عورتیں دیکھیں گویا کہ وہ عبد مناف کی اولاد ہیں۔ اُنہوں نے ہر طرف سے مجھ پر حلقہ کر لیا۔ اس عجیب حالت پر دیکھتی ہوں کہ آسمان اور زمین کے درمیان سفید ریشم تن گیا ہے اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ایک نامی گرامی آدمی کو اپنے ہاتھوں میں لے لو پھر دیکھتی ہوں کہ کچھ آدمی ہوا میں معلق ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں۔ میں نے پرندوں کا ایک جھنڈ دیکھا ان کی چونچوں نے میری گود کو چھپا لیا وہ کچھ گانے لگے۔ ان کے پر یاقوت کے تھے۔ پھر اللہ نے پردہ اٹھا لیا اور اسی وقت میں نے زمین کے مشرق و مغرب دیکھ لئے۔ پھر میں نے ایک سفید ابر دیکھا جو تمام آسمان پر چھا گیا۔ اور ایک پکارنے والا کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ۔ اور ان سمندروں کے پاس لے جاؤ۔ تاکہ سبھی آپ کا نام اور نعت اور شکل و صورت دیکھ لیں۔ پھر دیکھتی ہوں کہ ایک سفید صوف کا کپڑا ہے۔ جس کے نیچے سبز ریشم ہے اور تین موتیوں

کی چابیاں ہیں۔ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت ہو، اور آپؐ نے نبوت کی چابیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ پھر ایک اور بادل آیا جس سے گھوڑوں کی آوازیں اور پروں کی حرکت معلوم ہوتی تھی، اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق و مغرب اور تمام انبیاء کے جائے پیدائش کی سیر کراؤ۔ اور آپ کو ہر جن، انسان، پرندوں اور درندوں سے بچاؤ۔ وہیں میں نے تین شخص دیکھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا تھال اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم تھا۔ اس نے ایک انگوٹھی نکالی۔ جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے آپ کو اس آفتابے سے سات مرتبہ غسل دیا اور آپؐ کے کندھے کے درمیان وہ انگوٹھی رکھ دی، ریشم میں لپیٹ دیا اور میری طرف پھیر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

واخرج ابو نعیم بسند ضعیف عن العباس قال لما ولد اخی عبد الله وهو اصغرنا ـــ فلما ولدت امنة قلت لها ما الذی رأیت فی ولادتك؟ قالت "لما جاء نی الطلق و اشتدبی الامر وسمعت جلبة و کلاماً لا یشبه کلام الا دمیین، ورایت علماً من سندس علیٰ قضیب من یاقوت قد ضرب مابین السماء والارض ـــ ورأیت قربی سربا من القطاء قد سجدت لهٗ و نشرت اجنحتها ورایت تابعة سعیره الا سدیة قد مرت وهی تقول ما لقی الاصنام والکهان من ولدك هذا هلسکت سعیره والویل الاَصْنَام ورایت شبابا من اتم الناس طولاً و اشد هم بیاضا، فاخذ المولود منی، فتفل فی فیه و

معه طاس من ذهب فشق بطنه شقا، ثم اخرج قلبة فشقهٗ شقا، فاخرج منه نكنه سواء فرى بها، ثم اخرج صرة من حرير اخضر ففتحها فاذا فيها شئ كالذزيرة البيضاء فحشاء ثم اخرج صرة من حرير ابيض ففتحها فاذا فيها خاتم فضرب على كتفهٖ كا لبيضة و البسه قميصا" فهذا مارأيت ٥۔

ابونعیم نے ضعیف سند سے حضرت عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب چھوٹے بھائی عبداللہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جب حضرت آمنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا میں نے ان سے کہا کہ سارا واقعہ بیان کرو، فرمانے لگیں کہ جب مجھ پر ولادت کی حالت طاری ہوتی تو ایسی آواز سُنی جو آدمیوں کا کلام نہیں تھا۔ میں نے ایک یا قوت کی چھڑی پر ریشم کا پھریرا دیکھا جو آسمان سے زمین تک تھا۔ میں نے اپنے پاس ہی پرندوں کا ایک جھنڈ پایا جنہوں نے سجدہ کیا اور پر پھیلا دیئے اور ''تابع سعیرہ اسدیہ'' کو دیکھا۔ وہ گزرتی جاتی تھی اور کہتی تھی کہ اس بچے کی وجہ سے بتوں اور کاہنوں کو صدمہ پہنچا ہے۔ پھر میں نے ایک جوان قد آور کو دیکھا کہ اس نے بچے کو مجھ سے لے لیا۔ آپ کے منہ میں کچھ ڈالا۔ اس کے پاس سونے کی طشتری تھی اس نے بچے کا سینہ چاک کیا اور دل کو باہر نکالا۔ اس نے سیاہ نقطہ الگ کر لیا اور پھینک دیا پھر سبز ریشم کی تھیلی کو کھولا۔ اس میں کوئی سفید پھول تھے۔ اس سے بچے کے پیٹ کو بھر دیا۔ پھر تھیلی میں سے انگوٹھی نکالی اور بچے کے کندھے پر رکھ دی اور اس کو کرتہ پہنا دیا۔ یہ تھا جو میں نے دیکھا۔

ابو حافظ ابونعیم کی حیثیت

لیکن یہ تینوں روا تیں قطعاً بے اصل ہیں، بوجوہ ذیل:

ا۔ حافظ ابونعیم پانچویں صدی کے حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ ذہبی نے ان کو

تیرہویں طبقہ کے ذیل میں شمار کیا ہے اور (تذکرہ) میں مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ ان کی جلالتِ مرتبت سے انکار نہیں، لیکن کیا کیجئے کہ یہ ان لوگوں میں ہیں، جن کی نسبت مسلم ہے کہ فضائل و معجزات میں رطب و یابس اور ضعیف و موضوع، ہر طرح کی حدیثیں درج کر دیا کرتے تھے۔ یا تو یہ حسن اعتقاد کی وجہ سے تھا، یا پھر اعتماد علی الناس، کہ لوگ خود درجہ صحت و ضعف کی تحقیق کر لیں گے۔ یہاں تک کہ علامہ ابن تیمیہ کو ابوالشیخ اصفہانی کے ذکر میں لکھنا پڑا:

وَفیها احادیث کثیرة قویة صحیحة و حسنة و احادیث کثیرة ضعیفة وموضوعة۔۔۔ وکذٰلك ما یرویه ابو نعیم فی فضائل الخلفاء فی کتاب مفردفی اول حلیة الاولیاء ٦۔

اور اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جو قوی و حسن ہیں اور بہت سی ضعیف و موضوع ہیں۔ یہی حال ان احادیث کا ہے جو ابونعیم نے خلفاء کے فضائل میں بصورت ایک مستقل کتاب کے روایت کی ہیں۔ حلیۃ الاولیاء کے ابتداء میں۔

علامہ ابن تیمیہ کی شہادت پر شاید بعض پرستارانِ سبکی و ابن حجر مکی چیں بہ چیں ہوں، مگر یہ واضح رہے کہ علامہ موصوف کے رسوخِ حدیث و حفظ وضبط و اتقانِ فن کا وہ ارفع و اعلیٰ مقام ہے جس سے ان کے سخت سے سخت مخالف کو بھی کبھی انکار کی جرأت نہ ہو سکی:

کنت نبیًاادم بین الماء و الطین (حدیث مبارکہ)

کو (ان الفاظ کے ساتھ) علامہ موصوف نے موضوع لکھا تھا۔ حافظ ابوالخیر سخاوی ایک فتویٰ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس بارے میں ابن تیمیہ کے علم واسع اور حفظ حدیث پر اعتماد کر لینا، اعتماد کے لئے کافی ہے۔ جس کا موافق اور مخالف دونوں کو اقرار ہے۔''

سخاوی کا یہ قول ''زرقانی'' نے مواہب کی شرح میں نقل کیا ہے ٧۔

سب سے زیادہ یہ کہ حافظ ذہبی کا قول اس موقع پر یاد کر لینا چاہیے جو کہتے ہیں کہ:

ما رایت اشد استحضارًا للمتون و غروها منه، و کانت السنة بین عینهٖ ولسانهٗ بعبارة شیقته وعین مفتوحة!!

حدیث کے متن اور اس کی سند، جیسی ان کو یاد تھیں میں نے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ کے پیش نظر اور آپ کی زبان پر لفظ سنت موجود رہتا تھا اور بہت اچھی طرح بیان کرتے تھے اور نہایت ہوشیاری سے ادا کرتے تھے۔

حافظ ابونعیم کے اس تساہل، موضوعات پر سکوت اور نقل وجمع روایات میں بے احتیاطی کی شکایت صرف علامہ موصوف ہی کو نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ثبوتِ واضح اس کے لئے موجود ہے۔ یہی حافظ ذہبی، جنہوں نے تذکرہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے ''میزان'' میں حافظ ابونعیم اور ان کے معاصر ''ابن مندہ'' کے باہمی طعن وقدح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا اقبل قول منهما فی الاخر، و هما عندی مقبولان لا اعلم ذنبا اکبر من روایتهما الموضوعات ساکتین علیها!

میں ان دونوں میں سے کسی کے طعن کو دوسرے کے حق میں قبول نہیں کرتا میرے نزدیک دونوں مقبول ہیں۔ مجھے ان دونوں کا گناہ اس سے بڑھ کر تو اور کوئی نہیں معلوم ہوا کہ وہ جھوٹی حدیثیں روایت کرتے ہیں اور اس کی نسبت سکوت اختیار کرتے ہیں!

حافظ ذہبی کے نزدیک یہ غفلت ان کی مقبولیت میں خلل انداز نہیں، لیکن افسوس کہ اسی خطرناک مقبولیت نے ان موضوعات و حکایات کو قوم میں پھیلا دیا، جن کی وجہ

سے آج اسلام کو شرمندۂ اغیار اور ہدفِ طعنۂ مخالفین واجانب بننا پڑتا ہے!

۲۔ اب ان روایات پر نظر ڈالئے، میں اس وقت اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا کہ درایتاً ان کے مطالب کس درجہ قابلِ اعتراض وانکار ہیں؟ کیونکہ کہہ چکا ہوں کہ پہلی چیز نفسِ روایات کی صحت وعدم صحت ہے۔

ان روایات میں پہلی روایت عمرو بن قتیبہ سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا:

وكان من اوعية العلم

انہوں نے اپنے والد کی فضیلت علمی تو بیان کردی، لیکن کچھ نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ واقعہ کیوں کر معلوم کیا اور کس اعتماد پر بیان کر رہے ہیں؟ ذکرِ ولادت کی اکثر روائتیں منقطع ہیں (یعنی واقعہ تک راوی کا سلسلہ نہیں پہنچتا) لیکن یہ روایات منقطع روایات میں بھی بدترین منقطع ہے۔

دوسری روایت کے راوی اوّل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ واقعۂ ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاس برس بعد پیدا ہوتے ہیں۔ نہیں معلوم انہوں نے کس سے سنا اور پھر باقی روایت کا کچھ پتہ نہیں۔

تیسری روایت کا معاملہ

تیسری روایت میں خود تصریح کر دی ہے کہ "یہ سند ضعیف" لیکن راوی کے اس انکسارِ طبع پر ہم قانع نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ سرے سے موضوع ہے۔ روایت خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ جو بطور جملۂ معترضہ کے آغاز حدیث میں کہتے ہیں:

ولد اخی عبداللّٰہ ھو اصغرنا

میرا بھائی عبداللہ پیدا ہوا اور وہ ہم تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ چھوٹا تھا۔

صرف یہی جملۂ معترضہ اس روایت کے موضوع ہونے کے لئے ایک محکم اندرونی شہادت ہے، کیونکہ بالاتفاق یہ مسلّم ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے نہ کہ چھوٹے۔

حافظ ابن عبدالبر ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں لکھتے ہیں:

عباس بن عبدالمطلب عمّ رسول اللّٰہ یکنی ابا الفضل بابنہ الفضل، وکان العباس اسن من رسول اللّٰہ بسنتین و قیل بثلاث سنین[۵]

عباس ابن عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اپنے لڑکے فضل کی نسبت سے ابوالفضل کنیت رکھتے تھے۔ ان کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دو برس زائد تھی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تین برس۔

جب خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دو تین برس زیادہ تھی، تو آپ کے والد سے کیونکر بڑے ہو سکتے ہیں؟

معلوم ہوتا ہے کہ جس نادان نے یہ قصہ گھڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے، یا تو اس غریب کو اس کی خبر نہ تھی، یا جانتا تھا اور روایت کو معتبر بنانے کے لئے قصداً یہ ٹکڑا داخل کر دیا تا کہ ضمناً ایک دوسرا مغالطہ دے کر روایت کو انقطاع سے محفوظ ثابت کر دے:

فکفیٰ بذالك کذبہ وبھتانہ علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و عمّہٗ، و من کذب علیہ متعمداً فلیتبوا مقعدہٗ فی النّار (حدیث مبارکہ)

حافظ سیوطی کی شہادت

۳۔ ایک سب سے بڑی دلیل واضح ان روایات واہیہ کے نا قابل اعتبار ہونے کی یہ ہے کہ خود حافظ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ان روایات کو نقل نہیں کیا۔[۹] حالانکہ اس میں ہر طرح کی ضعیف و منکر روائتیں بلا تامل جمع کر دی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود حافظ موصوف کے نزدیک یہ روایات اس درجہ واضح طور پر موضوع تھیں، کہ وہ ضعیف و منکر روایتوں میں بھی انہیں نہ لے سکے اور باوجود ان کے مذاق میں سب سے بڑے ذخیرۂ دلائل واعلام نبوت ہونے کے مجبوراً چھوڑ دینا پڑا۔

۴۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر ایک برہانِ قاطع اور شہادتِ واضح (جو فی الحقیقت ان روایات کے موضوع ہونے کا آخری فیصلہ کر دیتی ہے) یہ ہے کہ خود حافظ سیوطی ''خصائص کبریٰ'' میں تیسری روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا الاثر والاثران قبلهٗ، فيها نكارة شديدة، ولم اوردفي كتابي هذا اشد نكارة منها ولم تكن نفسي تطيب بايرادها (فتامل) لكني تبعت الحافظ ابا نعيم في ذلك[۱۰]

یہ روایت اور اس سے قبل کی جو دو روائتیں ہیں۔ ان سب میں نہایت سخت شدید انکار و قباحت ہے اور باوجود ان کے اشد شدید انکار کے، میں نے اس کتاب میں جو درج کیا، تو میرا دل اس امر کو پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر میں نے محض حافظ ابو نعیم کی پیروی کے خیال سے ایسا کر دیا۔

حافظ سیوطی ہر طرح کی رطب و یابس روایتوں کے جمع کرنے بلکہ ان سے استدلال کر دینے میں جس درجہ بے احتیاط اور تساہل پیشہ ہیں، وہ اربابِ نظر سے مخفی نہیں۔ لیکن ان روایات کی لغویت کا یہ حال تھا کہ وہ بھی بایں ہمہ تساہل چپ نہ رہ سکے

اور بے اختیار ہو کر انکارِ شدید کے ساتھ اس کی معذرت کرنی پڑی کہ محض حافظ ابونعیم کے اتباع کے خیال سے درج کر دیتا ہوں!

وہ لکھتے ہیں کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ ان روایتوں کو درج کروں۔ غور کیجیے کہ جن روایتوں کے درج کرنے سے حافظ سیوطی کی طبیعت بھی اعراض کرے، وہ کس درجہ واہی ومزخرف ہوں گی؟

آج کل مناقب وفضائل اور واقعات وسیَر میں مدعیانِ فن کی انتہائی سرحد حافظ سیوطی واقرانہ ہیں۔ لیکن یہ کیسا دلچسپ اقرار خود حافظ موصوف کا ہے کہ میں ہر طرح واہی ومنکر روائتیں لوگوں کے اتباع کے خیال سے درج کر دیتا ہوں:

فتاملوا وتفکروا ولا تغروا با صحاب العمائم العجراء اذا قروها واجازوها، ان هم الا صحاب اوهام و شقاشق یتقربون بها من العلوم۔

قصر ایوانِ کسریٰ وغیرہ

آپ کے اکثر سوالات کا جواب ان روایات کی بحث میں آ گیا، نیز بعض غیر مسئول عنہ امور کا بھی، لیکن ابھی تک ایک چوتھی روایت باقی ہے، جس میں آتش کدہ ایران کے بجھ جانے، قصرِ نوشیرواں کے کنگروں کے گرنے، کاہنوں کے پراسرار وعجائب اظہارات اور ایک خطبۂ کہانت کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ روایت بھی پورے دو صفحوں کی ہے۔ سیوطی نے "خصائص" میں اور حافظ ابو نعیم نے "دلائل" میں اس کو درج کیا ہے۔ اگر نقل کروں تو پورے دو کالم مطلوب ہیں۔

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات کسریٰ کے ایوان میں زلزلہ محسوس ہوا، اس کے چودہ کنگرے گر گئے، ایران کی وہ آگ جو ہزار سال سے نہیں بجھی تھی، بجھ گئی، بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا، نوشیرواں نے وزراء اور موبدوں کو جمع کر کے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے، عرب میں کوئی انقلاب ہونے والا ہے۔ اس پر نوشیرواں نے نعمان بن منذر کے نام خط لکھا کہ عرب سے ایک ایسا شخص بھیج دو، جو میرے ہر سوال کا جواب دے، نعمان نے (عبدالمسیح) نامی ایک کاہن کو بھیجا، لیکن اس نے اپنے سے زیادہ عالم ''سطیح'' کاہنِ شام کو بتلایا اور نوشیرواں کے سوالات لے کر وہ اس کے پاس گیا۔ سطیح مرض الموت میں گرفتار تھا۔

(عبدالمسیح) نے کہانت آمیز اشعار پڑھے اور جب اس نے سر اٹھایا تو کہا:

تھوی الیٰ سطیح وقد اوفی علی الضریح بعثک ملک بنی ساسان، الارتجاس الایوان، وخمود النیران ورویا الموبذان، رای ابلا صعابا، تقود خیلا عرابا[11]

وغیرہ وغیرہ

لیکن سطیح مر گیا اور جواب کی مہلت نہ پائی۔

لیکن یہ روایت بھی قطعاً ناقابلِ اعتناء ہے۔ اس کا راوی اوّل ''مخزوم ابن ہانی ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ خود حافظ سیوطی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال ابن عساکر: حدیث غریب لانعرفہ الامن حدیث ابن مخزوم عن ابیہ، نفردبہ ابو ایوب البجلی[12]

ابن عساکر نے اس کی نسبت کہا ہے کہ حدیث غریب ہے۔ جس کو سوائے ابن

مخزوم کے اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

اس روایت کے واقعات بہ تغیر الفاظ و حذف و اضافہ بعض امور، فضائل و حکایات کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں، لیکن ان سب کی بنیاد یہی روایت ہے:

والعبرة بما يروى المحدثون،لا بما يهذى به القصاصون الكاذبون

حواشی

ا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور نہ سامریوں کے کسی شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا (متی ۹:۶)

۲۔ یہ چیز ہے کہ پیروی کرنے والوں کو اس کی پیروی کرنی چاہیے؟

۳۔ ان روایات کے لیے کنز العمال ج ۲:۳۲۱ دیکھیے

۴۔ ......ایضاً......ج ۲:ص ۳۰۴۔

۵۔ ہم نے ان تینوں روایتوں کا بہت سا حصہ چھوڑ دیا ہے اور ترجمہ بھی نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے مضمون بہت بڑھ جاتا اور الہلال کے صفحات محدود۔ ان روایات میں وہ تمام واقعات وقت ولادت، جو عام طور پر مولود کی کتابوں میں بیان کیے جاتے ہیں موجود ہیں اور جن کی نسبت آپ نے سوالات کیے ہیں۔ نیز اور بھی بہت سی عجائب وخوارق۔

۶۔ اس رائے کو علامہ ابن تیمیہ نے کتاب التوسل میں لکھا ہے لیکن یہ کتاب اس وقت میرے پاس موجود نہیں۔ مولانا شبلی نے دیباچہ سیرۃ النبی مطبوعہ میں اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

۷۔ زرقانی کا یہ مقام میں نے دیکھا ہے اور یاد ہے لیکن اس وقت تلاش کرنا چاہا تو جلدی میں نہ نکال سکا۔

۸۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حافظ ابن عبدالبر۔ ج ۳:ص ۴۹۷

۹۔ دلائل النبوۃ، حافظ ابونعیم۔ دائرہ المعارف حیدرآباد میں چھپ گئی ہے۔ اس کے

پہلے حصے کے ص ۳۲ میں تزویج آمنہ کا پورا باب دیکھا جائے۔ بہت سی روایات ضعیفہ و واہیہ درج ہیں۔ مگر ان روایات کا پتہ نہیں۔

۱۰ خصائص کبریٰ، حافظ سیوطی ج ۱: ص ۴۹۔

۱۱ پوری روایت کے لئے دلائل النبوۃ، حافظ ابونعیم ج ۱: ص ۴۱ اور خصائص الکبریٰ، حافظ سیوطی ج ۱: ص ۴۹ کو دیکھیے۔

۱۲ خصائص کبریٰ، حافظ سیوطی ج ۱: ص ۵۱۔

اشاریہ

اعلام

کتب

اماکن

ادارے کی دیگر کتب

- عصر حاضر میں اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معنویت — پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی
- سیرت رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم — قاضی ظاہر الہاشمی (ایڈووکیٹ)
- خلفائے راشدین (حسن، کردار، عمل) — الشیخ خالد البیطار / مولانا سعید الرحمٰن علوی
- فضائل درود شریف — مولانا محمد زکریا
- خطبات بمبئی — مولانا محمد منظور نعمانی
- روشنی — مولانا محمد متین ہاشمی
- قرب الٰہی (عبادات کی روشنی میں) — مسز جوہر
- اسلامی حکومت کا فلاحی تصور — مولانا سعید الرحمٰن علوی
- مشاہیر اسلام کی نصیحتیں (وصایا) — افتخار فریدی
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتیں — مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری
- اسلام کی دنیا (بچوں کے لیے بہترین کتاب) — ایلمارتھ ہارڈر / بشریٰ سہیل
- تاریخ اسلام (زمانہ قبل از اسلام سے عہد حاضر تک) — محمود الحسن صدیقی / چراغ حسن حسرت / ریاض الاسلام
- اسلام میں غلامی کی حقیقت — مولانا سعید احمد اکبر آبادی
- انجوبہ اسرار (فلسفہ زندگی کی صوفیانہ کتاب) — تقی محمد خان خورجوی
- اسلام کا نظریہ تاریخ — محمد مظہر الدین صدیقی
- سرزمین مشترک — محمد سہیل عمر
- ترکی میں مشرق اور مغرب کی کشمکش — خالدہ ادیب خانم
- نجات کا راستہ (قرآن کی روشنی میں) — مرتبہ: حافظ مقبول احمد دہلوی
- افغان جہاد اور اس کا ملبہ — محمد یوسف چودھری



مکتبۂ جمال

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Cell: 0300-8834610/ Ph: 042-37232731

mjamal09@gmail.com/maktabajamal@yahoo.co.uk

ادارے کی دیگر کتب

کتاب	مصنف
• دیوان غالب (فرہنگ کے ساتھ)	مرزا اسداللہ خاں غالب
• دیوان غالب (پاکٹ)	مرزا اسداللہ خاں غالب
• کلیات اقبال (فرہنگ کے ساتھ)	علامہ محمد اقبال
• کلیات اقبال (عام)	علامہ محمد اقبال
• انتخاب کلیات اقبال (مع فرہنگ)	انتخاب: عابدہ خاتون
• انتخاب سخن (منتخب غزلیں)	انتخاب: عابدہ خاتون
• سیف الملوک ـ 104 سال قدیم نسخہ (ڈیلکس ایڈیشن)	میاں محمد بخش
• کلیات ساغر	ساغر صدیقی
• اقبال اور ذکر حسین رضی اللہ عنہ	محمد شریف بقاء
• پاکستان سے اقبالستان تک	پروفیسر محمد عارف خان
• دل دے دکھ (فراقیہ سی حرفیاں)	میاں محمد جان
• نگارستان (اردو گرامر پر جامع کتاب)	منصف خان سحاب
• فنون لطیفہ (فن شاعری، فن موسیقی، فن تعمیر، فن مصوری کے تعارف کے حوالے سے جامع کتاب)	مرزا سلطان احمد
• فن تقریر (فن تقریر پر بہترین کتاب)	پروفیسر نوید کیانی
• گوجری زبان و ادب	ڈاکٹر صابر آفاقی
• مظاہر نفس (اقلیم عرفان ذات و ارتکاز خیال)	ڈاکٹر سید انور فراز
• کامیاب زندگی کا تصور	پروفیسر انور دل
• لالہ زار کے داغ (وادی کاغان کے پس منظر میں لکھے گئے افسانے)	فیاض عزیز
• صریر خامہ (مختلف ادبی، تاریخی مضامین)	محمد یوسف چودھری
• گلگت بلتستان کا اردو ادب	حلقہ ارباب ذوق
• گھریلو آزمودہ نسخوں کا انسائیکلوپیڈیا (قدیم حکماء کی تحقیقات کا نچوڑ)	ترتیب: سید امتیاز علی تاج
• مکمل بیوٹیشن گائیڈ	آسیہ آرزو
• پروفیشنل بیوٹیشن بنیے	آسیہ آرزو
• بہار شباب (جنسی مسائل کی رہنما کتاب)	حکیم غلام محمود خاں

مکتبہ جمال
تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
Cell: 0300-8834610/ Ph: 042-37232731
mjamal09@gmail.com/maktabajamal@yahoo.co.uk

ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا ابوالکلام آزاد





مکتبۂ جمال

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Mob. 0300-8834610 Tel .042-7232731

maktaba_jamal@email.com/maktabajamal@yahoo.co.uk